تشرف ملاقات امام زمانؑ
و
عظمت سادات

مولف سید حسین محمد نقوی الامروہوی ایڈووکیٹ

شرف ملاقات
و
عظمت سادات

ہر صدی کے آخر میں تجدید دین کے لئے منجانب اللہ ایک شخص آئے گا
(حدیث رسولؐ)

مؤلف
سیّد حسین محمد نقوی الامروہوی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : تشرف ملاقات وعظمت سادات

مؤلف : سیّد حسین محمد نقوی الامروہوی

سال طباعت : ۲۰۰۷ء

ناشر : سیّد ناصر مہدی نقوی

شاہ چراغ بلڈنگ، دی مال، لاہور

تعداد : پانچ سو

ہدیہ :

اسٹاکسٹ : افتخار بک ڈپو - اسلام پورہ، لاہور

فہرست

نمبر شمار	تفصیل	صفحہ نمبر
1-	پیش لفظ	
2-	عرض ناشر	
3-	دعا	
4-	عقیدۂ مہدویت	1
5-	تمہید	17
6-	انتظار (نظم)	54
7-	"آئیں گے جب جہاں ہم ہوں گے وہیں ہوں گے تم" (نظم)	56
8-	عظمت سادات	62
9-	سادات کی تعظیم	78
10-	اہلبیت اطہار کی عظمت	80
11-	بیبیاں پاک دامن	90
12-	حضرت سید حسین شرف الدین المعروف شاہ ولایت	95
13-	"بھکاری کا نغمہ" بہ درگاہ حضرت شاہ ولایت قدس سرہٗ (نظم)	104

پیش لفظ

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "جو اپنے وقت کے امام کی معرفت حاصل کئے بغیر اس دنیا سے چلا جائے اُس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی"۔ حضرت امام زمانہ علیہ السلام کے بارے میں مؤلف نے جو کتابیں تالیف کی ہیں وہ بعنوان "ظہور امام مہدی علیہ السلام قریب تر ہے" جو سات حصوں پر مشتمل ہے۔ دوسری کتاب "حکومت الٰہیہ کے آخری تاجدار کا ظہور" ہے۔

آپ کے زیر نظر کتاب امام زمانہ علیہ السلام کے تشرف ملاقات کے بارے میں ہے۔ جن کو شرف ملاقات و زیارات حاصل ہوا تا کہ معترضین آنحضرت کے زمانہ غیبت کبریٰ میں وجود کے قائل ہوسکیں۔ مجھے امید ہے کہ قارئین کرام کتاب ہذا کو پسند فرمائیں گے۔

کتاب ہذا کا دوسرا مضمون "عظمت سادات ہے" یہ مضمون اُن لوگوں کے لئے تحریر کیا گیا ہے جو سادات کی عظمت کو نہیں جانتے اور اُن کی عظمت و اعزازات کو جو ان کو نسبی سبب سے حاصل ہیں پہچانے اور تعظیم و تکریم کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں میں بارگاہ احدیت و امامت بالخصوص امام زمانہ علیہ السلام سے دُعا گو ہوں کہ میری یہ کاوش قبول ہو اور میری نجات کا ذریعہ ہو۔

خاکپائے امام العصرؑ
سیّد محمد نقوی نقوی لاہوری

لاہور۔

عرض ناشر

قارئین کرام کی خدمت میں کتاب ''تشرف ملاقات وعظمت سادات'' پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ پہلی کتابوں کی طرح اس کو بھی پسند فرمائیں گے۔ دعا ہے کہ بارگاہ امام زمانہ علیہ السلام میں یہ حقیر نذرانہ بھی شرف قبولیت حاصل کرے۔

غلام امام العصرؑ
سیّد ناصر مہدی نقوی
(ناشر)

دعائے ظہور امام مہدی علیہ السلام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰهُمَّ كُنْ لِوَلِيِّكَ الْحُجَّةِ ابْنِ الْحَسَنِ صَلَوَاتُكَ عَلَيْهِ وَعَلٰى آبَائِهٖ فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ وَ فِيْ كُلِّ سَاعَةٍ وَ لِيًّا وَ حَافِظًا وَ قَائِدًا وَ نَاصِرًا وَ دَلِيْلًا وَ عَيْنًا حَتّٰى تُسْكِنَهٗ اَرْضَكَ طَوْعًا وَ تُمَتِّعَهٗ فِيْهَا طَوِيْلًا

(ترجمہ)

اے پروردگار عصر حجۃ ابن الحسن علیہ السلام (کہ ان پر اور ان کے آبا و اجداد پر ہر گھڑی تیرا درود و سلام ہو) کے لئے ولی، محافظ رہبر مددگار، رہنما اور نگہبان بن جا تاکہ مخلوق کو اس زمین میں ان کی حیات کی وجہ سے اطمینان اور لذت نصیب ہو اور زیادہ سے زیادہ حاصل ہو۔

(از جزیرہ خضرہ)

عقیدۂ مہدویت

حضرت امام مہدیؑ کا عقیدہ اسلام میں شروع ہی سے مسلمانوں کے درمیان مشہور تھا۔ حضورؐ نے بارہا حضرت امام مہدیؑ کے وجود کی خبر دی اور کبھی ان کی حکومت اور ان کے نام اور کنیت کو بھی بیان فرماتے تھے۔ اس سلسلے میں جو احادیث بیان فرمائی ہیں وہ شیعہ اور سنی طریقوں سے ہم تک پہنچی ہیں۔

عبداللہ بن مسعود سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ

"اس وقت تک دنیا کا خاتمہ نہ ہوگا جب تک میرے اہلبیت سے مہدیؑ نام کا ایک شخص لوگوں پر حکومت نہیں کرے گا"

(بحار الانوار ج:۵۱، ص:۷۵- اثبات الہداۃ ج:۷، ص:۹)

ابوالحجاف نے بیان کیا کہ رسولؐ خدا نے تین مرتبہ فرمایا "میں تمہیں مہدیؑ کی بشارت دیتا ہوں جب لوگوں میں شدید

اختلاف ہوگا سخت مشکلات میں گھرے ہوں گے اور زمین ظلم وستم سے بھر چکی ہو گی۔ اس وقت ظہور کریں گے اور زمین کو عدل و انصاف سے پُر کریں گے اور اپنے پیروکاروں کے دِلوں کو عبادت اور عدل کے جذبے سے بھر دیں گے"۔

آپ ہی کا ارشاد ہے کہ "اس وقت تک قیامت برپا نہ ہو گی جب تک ہمارا برحق قائم قیام نہ کرے گا جب خدا حکم دے گا تو ظہور کرے گا۔ جو شخص ان کی پیروی کرے گا نجات پائے گا اور جو روگردانی کرے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ خدا کے بندو خدا پر نظر رکھو جب بھی مہدیؑ کا ظہور ہو تو فوراً ان کی طرف دوڑو۔ اگرچہ تمہیں برف کے اوپر ہی سے چل کر جانا پڑے کیونکہ وہ خلیفۃ اللہ ہیں۔"

(بحارالانوار ج:۵۱ ص ۶۵،۴۷- اثبات الہداۃ ج:۶ ص:۲۸۲)

جعلی مہدی

شروع اسلام میں مہدویت کے مسلم رائج عقیدہ ہونے پر جھوٹے اور جعلی مہدی افراد کے قصے بھی ہیں جو کہ ماضی میں پیدا ہوئے ہیں اور تاریخ میں ان کے قصے درج ہیں۔ چنانچہ ان کے ناموں کو بیان کیا جاتا ہے۔

مسلمانوں کی ایک جماعت محمد بن حنفیہ کو امام مہدی تصور کرتی تھی اور کہتی تھی کہ وہ مرے نہیں ہیں بلکہ رضوی نامی پہاڑ میں چلے گئے ہیں بعد میں ظاہر ہوں گے اور دنیا کو عدل و انصاف سے

بھریں گے۔

(ملل ونحل مولفہ شہرستانی طبع اوّل ج:۱ص:۲۴۳ فرق الشیعہ مولفہ نوربخشی طبع نجف سال ۱۳۵۵ھ ص:۲۷)

فرقہ جارودیہ کے بعض افراد عبداللہ بن حسن کو مہدیؑ غائب خیال کرتے اور ان کے ظہور کے انتظار میں زندگی بسر کرتے تھے۔

(ملل ونحل ج:۱،ص:۲۵-فرق الشیعہ ص:۶۲)

فرقۂ ناؤسیہ امام صادق علیہ السلام کو مہدی اور زندہ غائب سمجھتا تھا (ملل ونحل ج:۱،۲۷۳-فرق الشیعہ ص:۶۷)

واقفی لوگ حضرت موسیٰ کاظم کو زندہ غائب امام خیال کرتے تھے اور ان کا عقیدہ تھا کہ امام بعد میں ظہور کریں گے (ملل ونحل ج:۱ص:۲۷۸)

فرقہ اسماعلیہ کا عقیدہ ہے کہ اسماعیل نہیں مرے ہیں بلکہ تقیہ کے طور پر کہا جاتا ہے کہ مرگئے ہیں (ملل ونحل ج:۱،۲۷۹ص)

فرقہ باقریہ امام باقرؑ کو زندہ اور مہدی موعود سمجھتا ہے۔

فرقہ محمدیہ کا عقیدہ ہے کہ امام علی نقیؑ کے بعد ان کے بیٹے محمد بن علی امام ہیں اور ان ہی کو زندہ اور مہدی موعود تصور کرتے ہیں جب کہ وہ اپنے والد کی حیات ہی میں انتقال کر گئے تھے۔

جوازیہ کہتے ہیں حجت ابن الحسنؑ کے ایک فرزند تھے اور وہی مہدی موعود ہیں (تنبیہات الجلیہ فی کشف الاسرار الباطنیہ

ص:۴۲،۴۰)

فرقۂ ہاشمیہ میں سے بعض افراد عبداللہ بن حرب کندی کو زندہ غائب امام تصور کرتے تھے۔ (ملل ونحل ج:۱ص:۲۴۵)

مبارکیہ کی ایک جماعت کا خیال تھا کہ محمد بن اسماعیل زندہ اور غائب امام ہیں ملل ونحل ج:۱ص:۲۷۹)

یزیدیوں کا عقیدہ تھا کہ یزید آسمان پر چلا گیا ہے دوبارہ زمین پر لوٹے گا اور زمین کو عدل و انصاف سے بھرے گا۔ (کتاب الیزیدیہ مولفہ صدوق الدملوجی موصل ص:۱۲۴)

اسماعیلیہ کہتے تھے روایت میں جس مہدیؑ کا ذکر ہے وہ محمد بن عبداللہ الملقب بہ مہدی ہیں کہ جن کی مصر ومغرب پر حکومت ہو گی۔ روایت کی گئی ہے کہ پیغمبر نے فرمایا:

"۳۰۰ ہجری میں سورج مغرب سے طلوع کرے گا"
(روضۃ الصفا ج:۴ص:۱۸۱)

امامیہ کی ایک جماعت کا خیال تھا کہ امام حسن عسکری زندہ ہیں وہی قائم ہیں اور غیبت کی زندگی گزار رہے ہیں بعد میں وہی ظاہر ہوں گے اور زمین کو عدل وانصاف سے بھریں گے۔

ایک دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ امام حسن عسکری کا انتقال ہو گیا ہے۔ وہ دوبارہ زندہ ہوں گے اور قیام کریں گے کیونکہ قائم کے معنی مرنے کے بعد زندہ ہونے کے ہیں۔ (ملل ونحل ج:۱

ص:۲۸۴-فرق الشیعہ ص:۹۴، ۹۷)

قرامطہ محمد بن اسماعیل کو مہدی موعود جانتے تھے اور ان کا عقیدہ تھا کہ وہ زندہ ہیں اور روم کے کسی شہر میں رہتے ہیں۔ (الہدیہ فی الاسلام ص:۱۷۰-فرق الشیعہ ص:۷۲)

فرقہ ابی مسلمیہ ابو مسلم خراسانی کو زندہ و غائب امام سمجھتا ہے۔(فرق الشیعہ ص:۴۷)

ایک گروہ امام حسن عسکری کو مہدی خیال کرتا تھا اور کہتا تھا۔ وہ مرنے کے بعد زندہ ہو گئے ہیں اور اب غیبت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ (فرق الشیعہ ص:۹۷)

یہ تھے ان افراد کے نام جنہیں جاہل لوگ صدر اسلام اور عہد پیغمبر سے نزدیک فرمانے میں مہدی سمجھتے تھے ان میں سے اکثر جماعتیں مٹ گئی ہیں اور اب تاریخ کے صفحات کے علاوہ کہیں ان کا نام ونشان نہیں ملتا۔اس وقت سے آج تک مختلف ملکوں میں بنی ہاشم اور غیر بنی ہاشم میں ایسے افراد پیدا ہوتے رہے ہیں جنہوں نے اپنے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔تاریخ میں اس عنوان سے کتنی ہی جنگیں ہوئی ہیں اور کتنے ہی انقلاب آئے ہیں۔(فصول المہمہ ص:۲۷۴- مقاتل الطالبین ص:۱۶۴- صوعق المحرقہ ص:۲۳۵)

ان حوادث کی مدد سے لوگوں میں حضرت مہدیؑ کی

تاریخ اور ظہور کی علامتوں کے سلسلے میں جعلی حدیثوں کو شہرت دی گئی اور وہ تعبیر و تحقیق کے احادیث کی کتابوں میں درج کی گئیں۔

ڈاکٹر اسداللہ کا مضمون

ڈاکٹر اسداللہ کا مضمون بعنوان "اسلام و مہدی موعود" انگریزی میں ملا جس کا ترجمہ یہ ہے:

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ آنحضورؐ کی رحلت کے بعد ایک ولی اعلیٰ (مذہبی سربراہ) اس دنیا میں آئے گا۔ اس کا نام وہی ہوگا جو میرا ہے۔ اس کے والد کا نام وہی ہوگا جو میرے والد گرامی کا ہے اور اس کی والدہ کا نام وہی ہوگا جو میری والدہ ماجدہ (سلام اللہ علیہا) کا ہے۔ جس ولی مہدی کی یہ صفات ہیں وہ جون پور صوبہ اترپردیش ہندوستان میں تقریباً چھ سو سال گزرے پیدا ہوا تھا۔ اس نے اسلام کی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین کی تبلیغ ہندوستان، افغانستان اور مشرق وسطیٰ میں متعدد مقامات کی۔ 54 سال کی عمر میں مکہ معظمہ حج کے دوران خود کو مہدی موعود کا اعلان کیا تریسٹھ سال کی عمر میں اس کا انتقال ہوا۔ یہ وہی عمر تھی جو حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تھی

اس فرح اور رنج کے درمیان افغانستان میں کسی جگہ دفن کیا گیا۔

وہ مسلمان جو اس کو ولی مہدی علیہ السلام مانتے ہیں ان کو "مہدوی" اور اسداللہی بھی کہا جاتا ہے۔ کچھ مسلمان اس کی آمد کے اب بھی انتظار میں ہیں۔ مسلمان جو اس کے بارے میں معلومات کرنے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ وہ بذریعہ "ای میل (asadull@julietstfxca) رابطہ کر سکتے ہیں۔

اس مہدی کے کچھ معجزات درج ذیل ہیں:

(الف) آنحضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی رسالت ثابت کرنے کا قرآن پاک معجزہ ہے جو ان پر بذریعہ جناب جبرئیل علیہ السلام نازل ہوا۔ اسی طرح مہدی (علیہ السلام) کا سب سے بڑا معجزہ بیان قرآن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے (ثم انا علینا بیانہ) ترجمہ: بیان قرآن ہم لائیں گے۔ مہدی نے کہا "یہ آیت میرے متعلق ہے۔ میری بیان قرآن "یعنی توضیح قرآن" جو کچھ میں خود اللہ سے ہمیشہ حاصل کرتا ہوں اس پر مبنی ہے"۔ اس "بیان قرآن" کا اثر اتنا زیادہ تھا کہ سننے والا مسرور اور بیہوش ہو جاتا تھا۔ جب وہ ہزاروں لوگوں کے سامنے

قرآن پاک کی وضاحت کرتا تھا تو اس کا چہرہ منور ہو جاتا تھا جس سے لوگوں کے دل کانپ جاتے تھے۔

(ب) مہدی نے اپنی موت سے قبل نماز وتر (نماز عشا کی آخری نماز) فرح کی مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے کے بعد پڑھی۔ ایک عالم نے کہا "اگر یہ حقیقت میں مہدی (علیہ السلام) ہے تو وہ آنے والے جمعہ سے پہلے مر جائے گا۔ میں نے پڑھا ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نماز وتر ایک جمعہ کو پڑھی تھی تو دوسرے جمعہ سے قبل رحلت فرمائی تھی" یہ معجز نمائی تھی کہ مہدی بھی دوسرا جمعہ آنے سے قبل وفات پا گئے۔

(ج) مہدی کے انتقال کے بعد جب میت تیار ہو گئی تو فرح اور ریچ کے مابین اس کی تدفین کہ کس جگہ ہو جھگڑا پیدا ہو گیا۔ فرح والے کہتے تھے چونکہ وہ وہاں رہتے تھے اور وہیں انتقال ہوا اس لئے ان کو وہاں دفن کیا جائے اور ریچ کے لوگ کہتے تھے کہ چونکہ وہ جمعہ کی نماز وہاں پڑھتے تھے اور اُن پر بہت مہربان تھے لہٰذا اُن کو وہاں دفن کیا جائے۔ دونوں اپنے دعوؤں پر ڈٹے رہے تلواریں نکل آئیں اس مرحلہ پر مہدی کے جانشینوں نے فیصلہ کیا کہ مہدی اس جگہ دفن ہوں گے جس کو وہ خود پسند کریں گے۔ جب میت ایک

جگہ پہنچی جو فرح اور ربیع دونوں طرف سے برابر فاصلہ پر تھی تو جنازہ بھاری ہو گیا کہ لوگ اس کو ہلا بھی نہ سکے۔ لوگوں نے یہ معجزہ دیکھا اور طے کیا کہ اس مرکزی جگہ دفن کیا جائے۔

(د) مہدی (علیہ السلام) نے اس دنیا کے آخری لمحات میں کہا تھا "کہ اگر کسی کو اس مہدویت میں شک ہے تو وہ میرے جسم کو قبر میں رکھنے کے بعد دیکھے اگر وہ وہاں پایا گیا تو میں مہدی نہیں" جب جنازہ قبر میں رکھا گیا اور کفن ہٹایا گیا تو خالی تھا۔

ان لوگوں کا ذکر جنہوں نے صاحب الامرؑ کو دیکھا

محمد بن احمد انصاری سے روایت ہے کہ ہم تیس آدمی مکہ معظمہ میں حاضر تھے کہ ایک جوان بعد طواف کے ہمارے پاس آیا جس کے جمال اور جلال کو دیکھ کر ہم کھڑے ہو گئے۔ وہ سلام کر کے ہمارے درمیان بیٹھ گئے اور ہمیں ذکر کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ جانتے ہو ابو عبداللہ دعائے الحاج میں کیا پڑھتے تھے چنانچہ ہم نے جو وہ پڑھتے تھے بیان کیا۔ پھر فرمایا معلوم ہے حضرت امیر المومنینؑ نماز واجب سے فارغ ہو کر کیا دعا پڑھا کرتے تھے ہم نے عرض کی کہ آپ فرمائیے چنانچہ انہوں نے وہ دُعا پڑھی پھر دوسرے روز جب ہم حجر اسود کے قریب تھے تو اُسی

نورانی شخصیت کو دیکھا۔ انہوں نے ہم سے فرمایا کہ کیا تمھیں معلوم ہے کہ حجر اسود کے قریب جناب سید سجادؑ کیا دُعا پڑھتے تھے۔ فرمایا یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

عَبْدُکَ بِفِنَائِکَ مِسکِیْنُکَ بِفِنَائِکَ
فَقِیْرُکَ بِفِنَائِکَ سَائِلُکَ بِفِنَائِکَ
یَسْئَلُکَ مَاہُ یَقْدِرُ عَلَیْہِ غَیْرُکَ

ترجمہ: تیرا حقیر بندہ مسکین اور محتاج تیرے دروازہ پر سائل ہے۔ اس چیز کا جس کو دوسرا دینے پر قادر نہیں۔

یہ فرما کر وہ نگاہوں سے غائب ہو گئے۔

ایک شخص بوعلی محمود نے ہم سے پوچھا کہ تم سمجھے کہ یہ کون تھے۔ ہم نے کہا نہیں تو کیا بالیقین یہ صاحب الامر تھے ہم نے کہا تم کیسے سمجھے کہا میں سات سال سے ایک دعا کر رہا ہوں کہ خدایا مجھے صاحب الامر کی زیارت سے مشرف فرما آج ان کی زیارت سے مشرف ہوا۔ بوعلی کہتے ہیں کہ میں نے رسول خداؐ کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ بوعلی تیری دعا قبول ہوئی تو نے اپنے امامؑ زمانہ کو دیکھا۔

شیخ جعفر طبری سے روایت ہے کہ ابوالحسن بن ابوالفضل نے کہا کہ ابھی منصور وزیر میرے مخالف ہو گیا اور میں اس خوف سے روپوش ہو گیا۔ پریشانی میں میں ایک شب جمعہ زیارت امام موسیٰ

کاظم کو گیا اور یہ ارادہ کیا کہ رات بھر وہاں دعاؤں میں بسر کروں لہٰذا ابی جعفر کلید بردار سے میں نے یہ درخواست کی کہ وہ روضے کے تمام دروازے بند کر دے تاکہ میں تنہائی میں دعا کر سکوں انہوں نے تمام دروازے بند کر دیئے اور میں معروف دُعا تھا کہ اچانک قبر امام موسیٰ کاظم کے قریب کسی کے پیروں کی آہٹ سنی میں نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ ایک شخص حضرت آدم اور تمام انبیاء اولوالعزم کی زیارت پڑھ رہا ہے اس کے بعد ہر امام کی نام بنام زیارت پڑھی مگر بارھویں امام کی زیارت نہ پڑھی مجھے تعجب ہوا خیال کیا شاید بھول گیا یا شاید یہ بارھویں امام کا قائل نہیں پھر قبر امام محمد تقی پر زیارت پڑھی وہاں بھی بارھویں امامؑ کی زیارت نہ پڑھی۔ میں رعب و جلال کی وجہ سے سوال نہ کر سکا تو میری طرف دیکھ کر کہا اے ابوالحسن ابوالفضل تو دعائے فرج سے واقف نہیں میں نے کہا فرمایئے وہ کیا ہے فرمایا پہلے دو رکعت نماز ادا کر اور دعائے فرج پڑھا اس کے بعد پھل منگوائی اور پھر فرمایا ان شاء اللہ حاجت پوری ہوگی۔ میں دعا ہی میں مشغول تھا کہ وہ نظروں سے غائب ہو گئے۔ میں نے جا کر ابی جعفر کو یہ سب سنایا انہوں نے کہا دروازے تو سب بند تھے یہ سوائے امام زمانہؑ کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ صبح کو وزیر کے آدمی مجھے لے گئے جو خلاف امید بڑی محبت اور خلوص سے پیش آیا اور شکایت کی کہ تم نے میری

شکایت میرے مولا صاحب الامرؑ سے کر دی۔ رات خواب میں فرمایا کہ ابوالحسن کو کیوں پریشان کیا ہوا ہے۔ میں نے کہا میں نے شکایت نہیں کی بلکہ مولا سے دعا ضرور کی اور وہ خود بحالت بیداری مجھے ایک دعا تعلیم فرما گئے ہیں وزیر نے کہا کہ کیا تم نے مولا سے مصافحہ کیا۔ میں نے کہا کیا تھا وزیر نے اٹھ کر میرے ہاتھ چومے۔

درویش کمی کا واقعہ بہت مشہور ہے جس نے بہت سے حج کئے تھے اور طے الارض (چند لمحوں میں سفر کرنا) میں مشہور تھا۔ سید امیر غلام نے درویش کمی سے سوال کیا کہ طے الارض کا معجزہ کی حقیقت کیا ہے۔ درویش کمی نے فرمایا کہ میں ایک بڑے قافلے کے ہمراہ حج کو جا رہا تھا کہ قافلے سے پیچھے رہ گیا اور راستہ بھول گیا قافلہ آگے نکل گیا میں اِدھر اُدھر دوڑتا رہا۔ پھر ایک جگہ بیٹھ گیا۔ سامنے سے ایک ناقہ سوار آیا اور فرمایا کہ پیاسے ہو۔ پانی پلایا پھر فرمایا۔ قافلے سے بچھڑ گئے۔ میں نے کہا ہاں فرمایا آؤ ناقے پر بیٹھو تھوڑی دیر میں فرمایا اترو منزل پر آ گئے ہو۔ میں اترا ناقہ غائب ہو گیا قافلہ کئی روز بعد آیا اور مجھے دیکھ کر حیران رہ گئے کیونکہ وہ میری زندگی سے مایوس ہو چکے تھے اور اُن سب کو یہ یقین ہو گیا کہ یہ شخص معجزہ طے الارض رکھتا ہے بعد میں میں سمجھا کہ یہ امام زمانہ تھے۔

امام العصر والزمان علیہ السلام کی خدمت میں کس طرح پہنچ سکتے ہیں

امام زمانہ علیہ السلام کے حضور اقدس میں تشرف ایسا مسئلہ نہیں کہ ریاضت یہ دعاؤں اور سالوں کی عبادت کے ذریعہ اُن تک رسائی حاصل کر سکے کیونکہ امام علیہ السلام نہ اس انتظار میں ہیں کہ ہم ریاضت کریں اور پھر آپ کی زیارت نصیب ہو۔ اس میں شبہ نہیں کہ ہم آنجناب کو پہچانیں اور ان کے اعمال و افکار کو اپنی تربیت کا ذریعہ بنائیں اور ایک روحانی انداز پیدا کریں اُن کی محبت و عشق کو اپنے دل میں پیدا کریں تو شاید ایسا ہو جائے کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں۔ ہزاروں افراد ایسے ہیں جو آنحضرت سے توسل رکھتے ہیں۔ سلام عرض کرتے ہیں۔ حاجات چاہتے ہیں یہی صحیح عمل ہے۔ اگر روحانی ارتباط پیدا ہو جائے تو ممکن ہے کہ آنجناب کے جسم اقدس کی بھی زیارت ہو جائے۔

اکثر کتابوں میں اُن لوگوں کا ذکر ملتا ہے جو حضرت امام ولی العصر کی خدمت میں پہنچے ہیں۔ ان کتابوں میں ایک قصہ علی بن مہزیار کا بیان کیا گیا ہے۔ ہم بھی یہ واقعہ بیان کرتے ہیں اور دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اُن بزرگوں کے زمرہ میں قرار

دے۔ علی بن مہزیار کی قبر اہواز میں زیارت گاہ ہے۔ بیان کیا گیا کہ وہ انیس سال متواتر مکہ مکرمہ جاتے تھے کہ شاید آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہو جس قدر کوشش کی اتنے ہی آثار کم دکھائی دیئے۔ آخرکار مایوس ہوکر آئندہ نہ جانے کا ارادہ کیا۔ دوستوں سے منع کر دیا۔ رات کو خواب میں مجھے کہا گیا کہ اس سال مکہ مکرمہ جاؤ ان شاء اللہ اپنے مقصد کو پا لو گے۔ چنانچہ میں گیا اعمال حج انجام دیئے۔ ایک دن میں سر جھکائے ایک کونے میں بیٹھا تھا کہ میرے شانے پر ایک شخص نے اپنا ہاتھ رکھا۔ مجھے سلام کیا اور پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ میں نے کہا اہواز کا۔ انہوں نے پوچھا کہ ابن خطیب کو جانتے ہو میں نے کہا۔ وہ دنیا سے چلا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کرے۔ انہوں نے انا للہ و انا الیہ راجعون کہا۔ اچھا آدمی تھا لوگوں پر احسان کرتا تھا اللہ اسے بخشے۔ پھر انہوں نے دریافت کیا علی بن مہزیار کو جانتے ہو؟ میں نے کہا کہ میں خود ہی ہوں۔ انہوں نے فرمایا اے مہزیار کے بیٹے تو نے اپنے مولا و آقا حضرت بقیۃ اللہ کی زیارت کے لئے بہت تکلیف برداشت کی ہے میں خوشخبری دیتا ہوں کہ اس سفر میں تجھے آنحضرت کی زیارت نصیب ہوگی۔ جاؤ اپنے ساتھیوں سے الوداع کہو اور کل رات شعب ابو طالب میں

آنا میں انتظار کروں گا تا کہ میں تمہیں آقا اور مولا کی خدمت میں لے جاؤں۔ میں زیادہ خوش ہوا سفر اختیار کیا اور رات کو شعب ابو طالب گیا جہاں میں نے انہیں منتظر پایا میں اور وہ شخص اونٹ پر سوار ہوکر پہاڑوں سے گزر کر طائف پہنچے دونوں نے نماز شب پڑھی پھر سوار ہوئے اور اپنی راہ چلتے رہے۔ جب صبح ہوئی۔ نماز ادا کی پھر میں کھڑا ہو گیا اور پہاڑ کی طرف دیکھنے لگا اس نے کہا کیا دیکھ رہے ہو میں نے کہا۔ خیمہ دیکھ رہا ہوں جس نے تمام صحرا کو روشن کیا ہوا ہے۔ اس شخص نے کہا یہی تو ہماری منزل ہے۔ اس نے کہا چلیں میں نے کہا اونٹ کو کدھر باندھوں اس نے کہا آزاد چھوڑ دو یہ جائے امن ہے۔ میں اس کے ساتھ خیمہ تک گیا۔ اس نے کہا آپ ٹھہریں میں پہلے اجازت لے آؤں۔ اجازت لے کر باہر آیا اور کہا آپ خوش قسمت ہیں اجازت مل گئی۔ اور چلو میں خیمے میں داخل ہوا۔ آقا و مولا کی زیارت نصیب ہوئی۔ بہت خوبصورت تھے انتہائی مہربانی سے مزاج پرسی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ میرے والد بزرگوار نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ میں شہروں میں قیام نہ کروں بلکہ جب تک خدا کو منظور ہے پہاڑوں اور صحراؤں میں زندگی بسر کروں تا کہ سرکشوں سے محفوظ رہوں اور اُن کے احکام کا زیر بار نہ ہوں تاوقتیکہ خروج کی اجازت عطا ہو۔ میں چند

روز آنحضرت کا مہمان رہا جب میں نے چاہا کہ وطن واپس ہوں تو میرے پاس پچاس ہزار درہم تھے۔ میں نے خیال کیا کہ بطور سہم امام مولا کی خدمت میں پیش کروں تو آنحضرت نے قبول نہ کرنے سے ناراحت ہونے کو کہا اور فرمایا کہ یہ رقم تیرے سفر میں کام آئے گی اور میں اپنے وطن کو چل پڑا۔ (از کتاب اکمال الدین)

تمہید

حضرت امام کے متعلق جتنی بھی کتب لکھی جائیں وہ کم ہیں حضرت کی معرفت کے سلسلے میں علماء نے جو باتیں تحریر کی ہیں ان پر عمل پیرا ہو کر ہمارے جذبات عقیدت اور ایمانی منازل بلند ہوتی ہیں۔ دل منور ہوتے ہیں، نگاہوں سے غفلت کے پردے اٹھ جاتے ہیں۔ آفتاب امامت جلد اپنی آب و تاب کے ساتھ ظاہر ہونے والا ہے۔ دین و ملت کا علم لہرانے والا ہے اور کفر و ضلالت کا سر خم ہونے والا ہے۔

حضرت امام آخر الزمانؑ کے زمانہ غیبت کبریٰ میں علماء عظام و مومنین کی ملاقات حضرت حجت کا تذکرہ کتابوں میں ملتا ہے جس کو پڑھ کر ہمارے دل منور ہوتے ہیں اور ہم بھی اس کی دعا کرتے ہیں کہ مولا کی زیارت ہمیں بھی نصیب ہو۔ مؤلف کتاب ہذا کے علم اور مشاہدے میں چند ایسے علماء و مومنین کرام ہیں جن کو

حضرت حجت کی زیارت نصیب ہوئی اور ان کا توسل ظاہر ہوتا ہے۔ وہ علماء کرام اور مومنین تقویٰ و پرہیزگاری کی ان منزلوں پر فائز تھے جس کی وجہ سے ان کو تشرف ملاقات حاصل ہوا۔ زیر نظر کتاب میں ان ہستیوں کا اجمالاً تذکرہ کیا گیا ہے تاکہ پڑھنے والوں کے جذبات عقیدت تازہ ہوں، دل منور ہوں، آنکھیں روشن ہوں۔ غافلوں کی مایوسی اور پریشانی رفع ہو اور وہ مطمئن ہو جائیں کہ عنقریب ساری دنیا میں ایمان کا جھنڈا لہرانے والا ہے۔ دین وملت کا علم بلند ہونے والا ہے اور کفر و ضلالت کا پرچم سرنگوں ہونے والا ہے۔ ظلمت کدۂ دہر میں چراغ ایمان کی روشنی بڑھنے والی ہے اور موجودہ دور کی تاریکی ختم ہونے والی ہے۔ گلستان ایمان میں بہار آنے والی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ان فرائض کی طرف متوجہ ہوں جو منجانب خدا اور رسول ہم پر عائد ہیں۔ ہم میں بہت سے لوگوں کا دائرہ معرفت حضرت قبلہ زبانی طور پر ان الفاظ میں محدود ہو کر رہ گیا ہے جبکہ حضرت غائب ہیں۔ جب حکم خدا ہوگا ظہور فرمائیں گے۔ ہمارے ان حالات کا مطالبہ ہے کہ ہر کار رجائی سے خصوصی وابستگی سے حضرت کے وجود اقدس سے متعلق مسائل کی تجدید ہو جس سے ہر طبقے کو استفادہ کا موقع ملے۔

۔ امامت اصول دین میں سے ہے امام زمانہ کی معرفت کے بغیر مر

جانا کفر کی موت ہے اس [illegible] کی معرفت بڑھتی جائے گی اتنے ہی روحانی مرتبے بلند ہوتے چلے جائیں گے۔ ہمارا فرض ہے کہ اپنا یہ دستور بنائیں کہ کوئی دن حضرت کی یاد سے خالی نہ ہو۔ صبح اٹھیں تو ذکر الٰہی کے ساتھ حضرت کو یاد کرتے ہوئے اور سوئیں تو حضرت کی یاد میں سوئیں تاکہ یہ سونا بھی عبادت میں شمار ہو جائے۔

دعا سب عبادتوں سے افضل عبادت ہے۔ جس وقت ہم نماز کے بعد دعا مانگیں تو سب سے پہلے حضرت کی حفاظت فتح و نصرت اور تعجیل ظہور کے لئے دعا کریں تاکہ اس وسیلے سے دوسری دعائیں بھی قبول ہوں اور ہماری آخرت بھی سنور جائے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہر بلا و مصیبت کی صورت میں حضرت کے آبائے اجداد طاہرین کی بارگاہ میں حضرت [illegible] سفارش کے لئے درخواست کریں اور حضرت سے امداد کے طالب ہوں جہاں کوئی چارہ باقی نہ رہا ہو اپنے ولی نعمت سے رو رو کر استغاثہ و فریاد کریں تاکہ ہماری مشکلات حل ہوں اور بگڑی ہوئی تقدیریں سنور جائیں۔

ہمارا فریضہ ہے کہ حضرت سے متعلق محافل منعقد کریں۔ منتیں مانیں، نذریں دیں۔ حضرت کی طرف سے صدقہ دیں تاکہ دنیا سمجھے کہ اعمال حسنہ کی تعلیمات [illegible] کرانے کی ہیں۔ ہمارا فریضہ ہے کہ خاص اوقات میں یہ سوچیں کہ حضرت کی قدم بوسی سے

ہماری محرومی منزل تمنا و آرزو سے ہماری جدائی اپنے مولا و سرواز سے مفارقت پردۂ غیبت کا حائل ہوتا ہے جس قدر ہم غمگین ہوں کم ہے۔ اس لئے یہ کوشش ضروری ہے کہ ہمارے احساسات قوی ہوں معرفت کے درجے بلند ہوں۔ ہمارے غم و الم کی کیفیت دعا بن کر بارگاہ الٰہی میں پہنچ جائے تا کہ حضرت کی زیارت نصیب ہو۔

خدا کرے کہ حقیر کی یہ تحریر مولا کے دربار میں مقبول ہو اور بحق محمد و آل محمد سفینۂ نجات اور وسیلۂ حصول حاجات ہو۔ ہم دعا گو ہیں کہ مولا اس تحریر کو منظور و مقبول فرماتے ہوئے بندۂ گناہگار کی نجات کا ذریعہ قرار فرمائیں۔ آمین!

زمانہ غیبت میں حضرت ولی العصر کی خدمت میں حاضر ہونا کس طرح ممکن ہے

حضرت بقیۃ اللہ کی خدمت میں تشرف ایسا مسئلہ نہیں کہ ریاضت و دعاؤں کے ذریعہ ان تک رسائی ہو کیونکہ امام علیہ السلام نے نعوذ باللہ تسخیر ہو سکتے ہیں اور نہ وہ انتظار میں ہیں کہ ریاضت کریں اور پھر تشرف ہو بلکہ ہم کو چاہیے کہ ہم آنجناب کی معرفت اپنے اعمال اور تربیت اور روحانی انداز ایسا پیدا کریں اور ان کی محبت اور عشق کو اپنے دل میں جگہ دیں تو شاید اچھا انتظام

ہو جائے کہ ہم آنحضور کے دیدار سے مشرف ہو جائیں۔

حضرت ولی العصرؑ کی خدمت میں تشرفات کی نوعیت یہ ہے کہ: (۱) شاید خواب میں زیارت ہو (۲) مکاشفہ کے ذریعہ بہت سے لوگ وجود اقدس سے مشرف ہوئے ہیں۔ چنانچہ چند واقعات آنحضرت سے توسل کے بیان کیے جاتے ہیں:

قم میں جب کوئی طالب علم شادی کرتا تو اس کو علیحدہ مکان لینا پڑتا تھا۔ ایک طالب علم جس کی مالی حالت اچھی نہ تھی۔ ایک جمعہ کو اپنے کمرہ میں مطالعہ میں مصروف تھا مالک مکان داخل ہوئی اور اس نے مکان خالی کرنے کو کہا۔ پریشانی کے عالم میں وہ مسجد جمکران آنحضرت سے توسل کی خاطر گیا اور متوسل ہوا یکایک مکاشفہ کی کیفیت طاری ہوئی تو آنحضرت نے فرمایا جب گھر جاؤ گے تو وہ شخص تمہارے لئے گھر خرید دے گا۔ میں گھر پہنچا دیکھا کہ کمرہ میں روشنی ہو رہی ہے اور میرا ایک دوست آیا ہوا تھا۔ میں ناشتہ لے کر کمرہ میں گیا تو قبل اس کے کہ میں کچھ کہتا اس نے کہا کہ تمہارا گھر چھوٹا ہے کیوں نہ ایک مکان خرید دوں جب بھی کوئی اچھا گھر ملے مجھے اطلاع دے دینا میں آ کر خرید دوں گا اور تہران چلا گیا۔ اس دوران میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھے ملنے آیا اور کہا آؤ چلیں مکان دیکھیں چنانچہ ہم گئے اور ایک مکان پسند کیا جو اس دوست نے خرید دیا۔ اس خواب کا ذکر میں نے

اپنے دوست سے کیا جو ہمارے ساتھ رہتا تھا۔ صبح کو تہران سے میرے دوست کا خط آیا کہ فلاں شخص نے ایک مکان کا پتہ دیا ہے۔ تم جاؤ اور مکان کو پسند کرو تو میں آ کر خرید دوں گا۔ میں نے وہ مکان پسند کیا جو خواب میں دیکھا تھا اس کی قیمت زیادہ تھی۔ ہم واپس آ گئے۔ دوسرے روز مالک مکان جناب معصومہ قم سلام اللہ علیہا کے روضہ پر ملا اور کہا کہ میری بیوی نے خواب میں دیکھا کہ ہم نے تمہیں اپنے دروازہ سے کیوں واپس کر دیا اس لئے میں حاضر ہوں جو قیمت چاہیں دے دیجئے مکان حاضر ہے۔ میں نے اپنے دوست کو تہران خط لکھا وہ قم آ گئے اور وہ مکان خرید دیا۔ میری غیرت نے یہ قبول نہیں کیا کہ مکان کی قیمت اس سے لوں وہ کہنے لگے کہ سمجھئے یہ رقم ہم آپ کو نہیں دے رہے ہیں جس نے دی ہے آپ اس کو نہیں پہچانتے نہ وہ آپ کو پہچانتے ہیں۔ چنانچہ آپ کسی کے زیر بار نہیں ہیں صرف امام زمانہ علیہ السلام کا شکریہ ادا کریں۔

ایک سید صاحب دوسرے مکاشفہ کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ میں نے سعید ابن طاوس کی کتابوں میں پڑھا تھا کہ اپنے بیٹے سے فرمایا کہ جب تم حضرت بقیۃ اللہ سے متوسل ہونا چاہو تو آنحضرت کو اپنی رشتہ داری (نسب) کی قسم دینا جو آنحضرت سے ہے۔ سعید صاحب فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام

کے روضہ اقدس کے سرہانے امام زمانہ علیہ السلام سے متوسل ہوا اور عرض کیا کہ آقا ہم سے جلدی کیوں نہیں فرماتے اور ہماری خبر کیوں نہیں لیتے۔ مکاشفہ کی کیفیت پیدا ہوئی دیکھا کہ آنحضرت فرمارہے ہیں کہ ہم ہمیشہ تمہاری طرف متوجہ ہیں۔ تمہیں سلامتی اور نعمتیں ہمارے وسیلہ سے پہنچ رہی ہیں۔ تم ہماری خاطر زندہ ہو۔ تم نے ہم سے قطع رحم کیا ہوا ہے۔ ہم کو یاد نہیں کرتے دنیا کی فکر کرتے ہو۔ میں نے تفکر کیا تو یہ درست پایا۔

حضرت بقیۃ اللہ کے حضور یقین تشرف اور بیداری میں ملاقات آنحضرتؑ کے ظاہری جسم کے ساتھ تین صورتوں میں ممکن ہے۔ پہلی صورت یہ ہے کہ آپ کو دیکھے اور اس وقت نہ پہچانے اور بعد میں خیال آئے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ عالم ظاہری میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو مگر آپ کو نہ پہچانے اور بعد میں بھی خیال نہ آئے کہ آپ کو دیکھا ہے لیکن جب ظاہر ہوں گے تو بہت سے لوگ کہیں گے کہ ہم نے ان کو دیکھا ہے مگر خیال یہ نہیں آیا تھا کہ آپ امام زمانہ ہیں۔ تیسرے یہ کہ بعض اوقات ممکن ہے کہ آنحضرت کے حضور آدمی پہنچے اور اس وقت وجود اقدس کو پہچان لے۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ آدمی آنحضرت سے روحانی ارتباط پیدا کرے اور جاری رکھے تو ان شاء اللہ آنحضرت کی ملاقات کا شرف حاصل ہوگا۔ وابستگی اور ناوابستگی میں حضرت سے

ملاقات کا شرف حاصل کرنے والوں کی تعداد اس قدر ہے کہ اگر بیان کیا جائے تو کئی ضخیم کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ یہ واقعات دوسری کتابوں میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔

تشرف ملاقات

غیب کبریٰ کے زمانے کے بعد حضرت امام مہدیؑ کی ملاقات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ غیب امام سے مراد غیب شخصی اور جسمانی نہیں ہے بلکہ غیبت عنوان ہے امام زمانہ سے تین طرح کی ملاقاتیں ممکن ہیں۔

1- حضرت امام مہدیؑ کی زیارت اس عنوان سے نصیب ہو کہ دیدار کرنے والے کو احساس تک نہ ہو۔ اس طرح کی ملاقاتیں اکثر ایمان والوں کو نصیب ہوتی رہتی ہیں۔

2- کوئی شخص امام زمانہؑ کی زیارت کرے اور اس وقت اُسے یہ علم نہ ہو کہ یہ حضرت امام زمانہؑ ہیں لیکن زیارت کے بعد اسے معلوم ہو کہ وہ بزرگوار امام زمانہ تھے۔

3- آپ سے کسی کا اس طرح ملاقات کرنا کہ وہ آپ سے پوری طرح آگاہ ہو اس طرح ملاقاتیں غیبت کبریٰ کے مفہوم سے مطابقت نہیں رکھتیں۔

حالت خواب میں آنحضرت کو دیکھنا بھی کافی ہوتا ہے۔ آنحضرت جس شخص کو اپنا دیدار کروانا چاہتے ہیں تو اس کے سامنے

اسی طرح ہوتے ہیں جس طرح تمام انسان اپنی شناخت کرواتے ہیں۔ اگرچہ وہ خواب کے بعد متوجہ ہوتا ہے۔ آنحضرت شناخت کروانے کے بعد جدا ہو جاتے ہیں۔ احادیث میں یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ غیبت کبریٰ کے زمانے میں امام کے دیدار کا جو دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو اپنے مقاصد کے لئے امام کے دیدار اور نیابت کا اعلان کرتا ہے۔

ہر پاک طینت شیعہ امام سے ملاقات کر سکتا ہے بشرطیکہ توفیق ایزدی اس کے شامل حال ہو اور گناہوں سے پاک ہو۔ اپنے اندر ایمان یقین اور اچھی صفات رکھتا ہو۔ واجبات کو بجا لاتا ہو۔ دوسروں کا حق نہ کھاتا ہو جھوٹ نہ بولتا ہو۔

آیت اللہ شہید عبد دستغیب شیرازیؒ اپنی کتاب "سورج بادلوں کی اوٹ میں" فرماتے ہیں کہ زمانہ غیبت کبریٰ میں امام زمانہ کا دیدار محال نہیں اور کوئی شخص امام کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کرنے سے انکار نہیں کر سکتا۔ یہ آقا کو دیکھ کر پہچان بھی لے گا اور آپ سے ہمکلام ہو کر استفادہ بھی حاصل کر سکتا ہے۔ ایسے حضرات اپنے زمانے کے نہایت باعظمت افراد ہوتے ہیں۔ صرف وہ شخص اگر بحیثیت سفیر یا نمائندہ خاص امامؑ کی زیارت کے بعد دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہوتا ہے کیونکہ امامؑ نے زمانہ غیبت میں اس طرح کا ملاقات کی قطعاً نفی کی ہے۔

یہ بات عام طور سے دیکھنے میں آئی ہے کہ بعض مکار اور چالاک باز لوگ جھوٹے خوابوں اور بے بنیاد قصوں پر مشتمل کتابیں چھاپ کر لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں جیسے کہ ایک کتابچہ میں لکھا کہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے متولی شیخ احمد نے خواب میں دیکھا کہ حالات خراب ہو چکے ہیں دنیا میں یہ ہونے والا ہے وہ ہونے والا ہے لہٰذا توبہ کر لو کیونکہ چھ سال بعد امام زمانہ ظہور فرمائیں گے۔ جب تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ میں اس نام کا کوئی آدمی متولی نہ ہے نہ تھا نہ ایسے غلط اور بے بنیاد خوابوں کے جھوٹے قصے پھیلا کر اپنے مذموم مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

اب ہم امام زمانہ کی زیارت کے متعلق ملاقات کا شرف حاصل کرنے والی چند ہستیوں کا ذکر بیان کرتے ہیں۔ آیت اللہ سید محمود شاہ رودی بیان فرماتے ہیں کہ ہم نے کاظمین سے سامرہ جانے کا ارادہ کیا۔ ہمارے ساتھ حاجی بھی تھے اور اس سفر میں حاجی کی قوت جواب دے گئی وہ زمین پر گر پڑے انہوں نے کہا کہ میری موت یقینی ہے تم یہاں میرے پاس بیٹھ کر میری کچھ مدد نہیں کر سکتے لہٰذا تم یہاں سے چلے جاؤ۔ ہم وہاں سے پریشان حال چل پڑے دوسرے دن ہم سامرا جا پہنچے وہاں ایک سرائے میں گئے تو ہم نے حاجی صاحب کو سرائے میں دیکھا تو دریافت

کیا کہ آپ یہاں کیسے آئے انہوں نے کہا کہ میں موت کا منتظر تھا کہ ہوا کی سنسناہٹ سنائی دیتی تھی تو میں نے خیال کیا کہ شاید ملک الموت آ رہا ہے میں نے آنکھیں کھول لیں تو دیکھا کہ ایک شخص عربی لباس میں تھے انہوں نے میرے سرہانے کھڑے ہو کر کہا کہ تم جنگل میں کیوں لیٹے ہو۔ میں نے کہا کہ میرے بدن میں دم نہیں رہا۔

چل نہیں سکتا موت کے استقبال کے لئے لیٹ گیا ہوں انہوں نے فرمایا اٹھو میں تمہیں تمہاری منزل تک لے جاتا ہوں۔ میں نے کہا کہ مجھ میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ اٹھ سکوں انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھا کر مجھے سہارا دیا اور گدھے پر سوار کروا دیا میں نے محسوس کیا کہ جہاں جہاں میرے جسم پر ان کا ہاتھ لگتا تھا میرا درد ختم ہو گیا۔ وہ گدھے کی باگ تھامے آگے چل رہے تھے۔ میرے بار بار کہنے کے باوجود کہ آپ بھی سوار ہو جائیں انہوں نے یہ بات قبول نہ کی اور کہا کہ مجھے پیدل چلنے کی عادت ہے۔ انہوں نے کمر سے سبز رنگ کی شال باندھی ہوئی تھی۔ میں نے یہ خیال کر کے کہ ایک سید زادہ باگ تھامے آگے چل رہا ہے۔ میں گدھے سے اتر پڑا پھر اس کے بعد اچانک میں نے اپنے آپ کو اس سرائے کے دروازے پر پایا وہاں نہ تو گدھا تھا نہ اس کا سوار کہیں دکھائی دیا۔

حضرت آیت اللہ العظمیٰ اراکی کا بیان ہے کہ میری صاحبزادی حجۃ السلام حاج سید آقا اراکی کی زوجہ ہے۔ انہوں نے مکہ جانے کا ارادہ کیا اور مجھ سے کہا کہ وہاں حجاج کا ہجوم ہوتا ہے۔ جس سے مجھے بہت خوف آتا ہے۔ میں نے کہا کہ آپ یا حفیظ یا علیم کا ساری راہ ورد کرتی رہیں۔ واپسی پر آ کر اس نے بتایا کہ جب میں طواف کے لئے آگے بڑھی تو ہجوم زیادہ تھا۔ میں نے خیال کیا کہ میں طواف کیسے کر پاؤں گی کہ اچانک میں نے آواز سنی کہ کوئی میرا نام لے کر کہہ رہا تھا کہ امام زمانہ سے توسل حاصل کرو تا کہ آسانی سے طواف کر سکو۔ میں نے کہا کہ امام زمانہ کہاں ہیں۔ دوبارہ آواز آئی کہ یہ جو آپ کے آگے چل رہے ہیں یہی امام زمانہ ہیں ان کے گرد ایک میٹر جتنی جگہ خالی ہے اور اس جگہ کوئی داخل نہیں ہو گا۔ تم اس خالی جگہ چلی جاؤ اور اپنے مولا کے پیچھے طواف کرو۔ میں نے چلنا شروع کیا اور میں اتنی قریب تھی کہ ہاتھ مولا کی پشت کو لگ سکتا تھا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر ان کی عبا سے مس کیا پھر اپنے چہرے پر پھیرا میں اتنی خوش تھی کہ مولا کو سلام کرنا بھی بھول گئی تھی اور میں نے طواف کے سات چکر مکمل کئے اور حج کیا۔

حاج مومن علیہ الرحمہ خادم مسجد تھے وہ فرماتے ہیں کہ جوانی میں مجھے امامؑ کی زیارت کا شوق ہوا اور اتنا بے قرار ہوا کہ کھانا پینا

چھوٹ گیا۔ دل میں عہد کیا جب تک زیارت نصیب نہ ہوگی نہ کھانا کھاؤں گا نہ پانی پیوں گا۔ یہ اقدام شدت شوق کی وجہ سے تھا۔ دو دن اور دو راتیں اس طرح گزر گئی۔ مجھ پر غش طاری ہوگیا اس عالم میں مجھے امام زمانہؑ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے فرمایا تو اپنے آپ کو کیوں ہلاک کر رہا ہے۔ میں تیرے لئے کھانا بھیج رہا ہوں تو وہ کھا لے اس کے بعد مجھے ہوش آ گیا۔ رات کا ایک تہائی گزر چکا تھا کہ اچانک مسجد کے دروازے پر کسی نے دستک دی میں اٹھا دروازہ کھولا دیکھا کہ ایک شخص تشریف لائے ہیں جنہوں نے اپنے سر پر اس طرح عبا ڈالی ہوئی تھی کہ کوئی انہیں پہچان نہیں سکتا تھا۔

ان کے ہاتھ میں ایک برتن تھا جس میں کھانا تھا مجھے دیا اور کہا کہ کھانا کھاؤ اور کسی دوسرے کو شریک نہ کرنا اور بعد میں برتن ممبر کے پیچھے رکھ دینا میں نے وہ غذا کھائی جو بہت مزیدار تھی۔ دوسرے دن مرزا محمد باقر میرے پاس آئے انہوں نے مجھ سے برتنوں کا مطالبہ کیا پھر کچھ رقم میری جیب میں ڈال دی اور فرمایا کہ سید ہاشم مشہد جا رہے ہیں۔ تم بھی ان کے قافلے میں شریک ہو جاؤ۔ راستے میں تمہیں ایک بزرگ ملیں گے جن سے تم فائدہ حاصل کرسکو گے۔ تمہارے لئے وہاں سے یہی حکم ہوا ہے۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور ہم تہران پہنچ گئے۔ تہران سے ہم

تھوڑے فاصلے پر گئے تھے کہ ایک بزرگ نے بس کو روکنے کا اشارہ کیا۔ بس روک گئی وہ بزرگ بس پر سوار ہو کر میرے ساتھ بیٹھ گئے۔ مجھے بہت سے نصیحتیں کیں اور مجھے زندگی میں پیش آنے والے واقعات سے آگاہ کیا اور فرمایا کہ قہوے خانوں میں روٹی نہ کھایا کرو۔ مشتبہ لقمہ دل کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے۔ وہ سبز کشمش بھی تھیلی سے نکال کر مجھے کھلاتے رہے۔ ہم قدم گاہ پہنچے تو فرمایا کہ میری موت کا وقت قریب آ چکا ہے۔ میں مشہد مقدس نہیں پہنچ سکوں گا۔ میرے پاس بارہ تومان میں جب میں رخصت ہو جاؤں تو اس رقم سے صحن مقدس میں قبر حاصل کرنا اور محترم سید ہاشم سے کہنا کہ میری تجہیز و تکفین کے فرائض بجا لائیں۔ میں پریشان ہوگیا۔ اس کے بعد میں شہر مشہد مقدس کی طرف روانہ ہوئی۔ جب ہماری بس 'کوہ طرق' پہنچی تو وہاں امام عالی مقام کے گنبد کے دیدار کے لئے بس رکی۔ وہ بزرگ گنبد کو بڑے شوق سے دیکھتے رہے۔ اس کے بعد وہ روبہ قبلہ ہو کر لیٹ گئے کچھ دیر بعد میں ان کے قریب گیا۔ میں نے چادر ہٹائی تو وہ دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ پھر ہم نے ان کی دی ہوئی رقم سے صحن مطہر کے گوشے میں قبر خریدی اور انہیں دفن کر دیا۔

آقا سماسی بیان فرماتے ہیں کہ میں بحرالعلوم قدس سرہ کی مجلس درس میں تھا۔ ایک شخص نے زمانہ غیبت کبریٰ میں حضرت

بحث ملاقات کے متعلق سوال کیا کہ موجودہ زمانہ میں حضرت کی زیارت ممکن ہے کہ نہیں۔ آپ نے کچھ جواب نہ دیا اور خاموش رہے۔ سر جھکا کر آہستہ آہستہ یہ فرماتے رہے کہ اس شخص کو کیا جواب دوں حالانکہ حضرت نے اپنے سینے سے مجھے لگایا ہے۔ سوال کرنے والے کو صرف اتنا جواب دیا کہ حضرت کے دیکھنے کا دعویٰ کرنے والے کو جھوٹا کہا گیا ہے۔ سائل کو علامہ مرحوم کا صاف صاف جواب نہ دینا کسی خاص مصلحت پر تھا۔

بحار الانوار میں علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ نے واقعہ نقل فرمایا ہے کہ جس زمانے میں بحرین کا تعلق انگریزوں کی حکومت سے تھا تو انہوں نے ایک مسلمان کو اس خیال سے بحرین کا حاکم بنایا کہ وہاں کے تعمیری اور اصلاحی حالات قابل اطمینان رہیں گے وہ حاکم نواصب میں سے تھا اور وزیر اس سے بھی زیادہ اہلبیت رسولؐ کے خلاف تھا۔ مومنین بحرین کو تکالیف دیتا رہتا تھا ان کو نقصان پہنچانا اور ان کی جان کی فکر میں رہا کرتا۔ ایک روز اس نے حاکم بحرین کو ایک انار دیا جس پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر و عمر و عثمان و علی خلفاء رسول اللہ" حاکم یہ سمجھا کہ جو کچھ لکھا ہوا ہے وہ قدرتی طریقہ پر ہے اور انار کے ساتھ کی پیداوار اس کا تعلق کاریگری سے نہیں ہوسکتا۔ اب ان وزیر سے جو کہا کہ یہ تحریر رافضیوں کے مذہب

کو جھوٹا کرنے کی علامت ہے اب ان لوگوں کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ وزیر نے کہا کہ یہ لوگ بہت سخت ہیں دلیلوں کو نہیں مانتے مگر مناسب ہے کہ ان کو بلا کر یہ انار دکھائیں اگر انہوں نے اس کو مان لیا اور اپنے مذہب کو چھوڑ دیا تو آپ کو بہت ثواب ہوگا اگر انکار کریں تو ان تینوں صورتوں میں سے کسی ایک صورت کے اختیار کرنے کا ان کو حکم دیں۔

(۱) جزیہ دیں اور (۲) ذلیل ہو کر رہیں یا اس (۳) دلیل کا جواب دیں۔ یا ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے۔ عورتیں اور بچوں کو قیدی بنالیا جائے، ان کا مال، مال غنیمت شمار کیا جائے۔

وزیر کی یہ رائے حاکم کو پسند آئی۔ بڑے علماء کو حاضری کا حکم دیا۔ جب حاضر ہوئے تو ان کے سامنے وہ انار پیش کیا اور کہا کہ آپ اس کا جواب دیں ورنہ آپ کے مرد قتل کر دیئے جائیں گے، سب مال ضبط ہو جائے گا۔ عورتیں قیدی بن جائیں گی اور کفار کی طرح رہیں۔ جب ان مومنین نے یہ سنا تو اُداس اور پریشان ہو گئے اور سوچنے لگے کہ کیا جواب دیں۔ آخرکار ان کے چند بزرگوں نے کہا کہ ہمیں تین روز کی مہلت دی جائے۔ اگر ہم اس درمیان میں آپ کو شافی جواب نہ دے سکے تو آپ جو چاہیں ہمارے ساتھ کریں۔ ان کی یہ درخواست حاکم نے منظور کر لی۔ یہ لوگ خوف وحیرت کے عالم میں واپس ہوئے۔ ایک جلسہ کیا نتیجے

میں یہ قرار پایا کہ صالحین اور زاہدین میں سے دس آدمیوں کا انتخاب کیا جائے۔ ان میں سے تین صاحبان منتخب ہوں۔ یہ انتخاب ہو گیے۔ اوّل روز ان تین میں سے اس کام پر مامور کیا گیا کہ رات کو جنگل کی طرف جاؤ۔ عبادت الٰہی میں مشغول ہو اور حضرت حجت علیہ السلام کی خدمت میں استغاثہ کرو اور پوری رات رو رو کر عبادت کرو اور دعا کرو اور حضرت حجت سے فریاد کرو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور کچھ نہ ہوا وہ واپس آ گئے۔ دوسری شب دوسرے بزرگ بھیجے گئے انہوں نے بھی ایسا ہی کیا لیکن کوئی خبر لے کر نہ آئے جس سے مومنین کی بے قراری بڑھ گئی۔ پھر تیسرے بزرگ جو متقی اور پرہیزگار اور فاضل تھے۔ تیسری شب کو سر و پا برہنہ صحرا میں گئے اندھیری رات تھی دعائیں کرتے رہے فریادیں کیں۔ جب شب کا آخری وقت ہونے لگا تو انہوں نے یہ آواز سنی کہ اے محمد بن عیسیٰ تمہاری کیا حالت ہے اور کیوں اس وقت جنگل میں ہو۔ انہوں نے جواب دیا مجھے میرے حال پر رہنے دو میں ایک بہت بڑے کام سے آیا ہوں جس کو سوائے اپنے امام کے کسی سے بیان نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمایا محمد بن عیسیٰ میں ہی صاحب الامر ہوں جو تمہاری حاجت ہے مجھ سے کہو۔ محمد بن عیسیٰ نے عرض کیا کہ اگر آپ صاحب الامر ہیں تو سارا قصہ جانتے ہیں میرے کہنے کی ضرورت ہی نہیں فرمایا کہ تم

ٹھیک کہتے ہو۔ محمد بن عیسیٰ نے اس آواز کی طرف رُخ کیا اور عرض کیا کہ اے میرے مولا جس مصیبت میں ہم مبتلا ہیں وہ آپ کو معلوم ہے اور اس مصیبت کو آپ ہی دور فرمائیں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ اے محمد بن عیسیٰ وزیر کے گھر میں ایک انار کا درخت ہے جب انار آنے لگے تو اس نے مٹی سے جو انار کی شکل بنائی اس کے دو حصے کر کے ہر ٹکڑے میں اندر کی طرف وہ عبارت لکھ دی اور ایک انار پر جو چھوٹا تھا ان دونوں ٹکڑوں کو باندھ دیا جو اس قالب کے اندر بڑھتا تھا جس کی وجہ سے وہ تحریر انار پر اتر آئی۔ جب تم حاکم کے گھر جاؤ تو کہنا کہ میں جواب لے کر آیا ہوں لیکن وزیر کے گھر پر بیان کروں گا۔ حاکم ساتھ جائے گا جب مکان کے اندر داخل ہوں گے تو دائیں طرف ایک بالاخانہ دیکھو گے۔ حاکم سے کہنا کہ میں اس کے اندر چل کر جواب دوں گا۔ وزیر انکار کرے گا تم اپنی بات پر جمے رہنا اور خیال رکھنا کہ وہ تم سے پہلے اس بالاخانہ میں نہ جائے۔ جب وہاں پہنچو گے تو ایک سفید تھیلی طاق پر رکھی نظر آئے گی اس کو اپنے قبضے میں کر لینا۔ اس میں مٹی کا وہ سانچہ ہے پھر انار اسی قالب میں رکھ کر دکھانا۔ اے محمد بن عیسیٰ تم حاکم سے یہ بھی کہنا کہ جو ہمارا دوسرا معجزہ ہے کہ اس انار میں سوائے خاکستر اور دھوئیں کے کچھ نہیں اگر آپ تصدیق چاہتے ہیں تو وزیر کو حکم دیں کہ اس کو توڑے۔ جس وقت وہ اس کو توڑے

گا اتارے سے خاک اور دھواں اڑ کر اس کے چہرے پر پڑے گا۔ محمد بن عیسیٰ کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا اور شہر کو واپس ہوا۔ اپنے لوگوں کو خوشخبری دی۔ صبح ہی صبح مومنین حاکم کے ہاں گئے اور محمد بن عیسیٰ نے تمام ان باتوں کی تعمیل کی جن کا حضرت نے حکم دیا تھا اور وہ سب باتیں ظاہر ہو گئیں جن پر حاکم محمد عیسیٰ سے کہنے لگا کہ یہ تمام باتیں تمہیں کیسے معلوم ہوئیں انہوں نے جواب دیا حجت خدا امام زمانہؑ نے مطلع فرمایا ہے۔ حاکم نے پوچھا کہ تمہارے امام کون ہیں انہوں نے ہر ایک امام کے متعلق اور بارہویں امامؑ تک جو کچھ کہنا تھا بیان کر دیا۔

حاکم نے کہا اپنے ہاتھ بڑھائیں اور کہا کہ میں اس مذہب پر بیعت کرتا ہوں اور بہت اچھا ایمان والا شیعہ ہو گیا اور وزیر کو قتل کروا دیا اہل بحرین سے معذرت کی اور اعزاز و انعام سے نوازا۔ محمد بن عیسیٰ کی قبر وہیں ہے جس کی زیارت کے لئے لوگ آتے ہیں۔

واقعہ نمبر ۳

جناب شیخ باقر سے ایک صالح شخص کا یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے جو اپنے بوڑھے باپ کا بہت خدمت گذار تھا اور اتنا حاضر باش کہ پاخانہ میں لوٹا رکھتا اور جب تک باپ فارغ نہ ہو جاتا باہر نہ نکلتا انتظار میں کھڑے رہتا۔ ہر وقت اپنے باپ کی خبر گیری رکھتا اور

اپنے باپ کے پاس سے جدا نہ ہوتا لیکن شب چہار شنبہ کو مسجد سہلہ چلا جاتا مگر ایک زمانے میں اس نے وہاں جانا چھوڑ دیا جب اس سے وجہ دریافت کی تو کہنے لگا کہ ایک مرتبہ جبکہ چالیس چہار شنبوں کے برابر جا رہا تھا۔ آخری بدھ کے روز ایسا اتفاق ہوا کہ دن میں روانہ نہ ہو سکا رات ہو گی لیکن میں تنہا تھا چلتے چلتے تہائی راستہ باقی تھا کہ میں نے ایک عرب کو گھوڑے پر سوار اپنی طرف آتے دیکھا دل میں خیال کیا کہ اس وقت کپڑے اتر جائیں گے۔ سوار نے قریب آ کر دیہاتی زبان میں مجھ سے کلام کیا کہ کہاں جاتے ہو میں نے کہا کہ مسجد سہلہ کا ارادہ ہے پھر دریافت کیا کہ تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے میں نے کہا نہیں۔ کہا کہ اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر دوبارہ دیکھو میں نے پھر کہا کہ کوئی چیز نہیں جس پر مجھے جھڑکا تب میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو دیکھا کہ کشمش کے کچھ دانے ہیں جو میں نے اپنے بچے کے لئے خریدے تھے۔ وہ دینا بھول گیا تھا۔ اس کے بعد تین مرتبہ کہا کہ میں تمہارے بوڑھے باپ کے بارے میں نصیحت کرتا ہوں اور حکم دیتا ہوں یہ فرما کر وہ سوار میری نگاہ سے غائب ہو گئے اور مجھے یقین ہو گیا کہ وہ حضرت حجتؑ تھے جن کو ایک رات بھی باپ کی خدمت سے میری جدائی ناگوار ہے بس یہ وجہ ہے کہ شب چہار شنبہ کو مسجد سہلہ بھی جانا چھوٹ گیا۔

واقعہ نمبر۴

سید جلیل فضل اللہ راوندی نے کتاب دعوات میں نقل کیا ہے کہ کبھی کبھی میرے لئے نماز شب کے واسطے اٹھنا مشکل ہو جاتا تھا جس کی مجھ کو تکلیف تھی۔ میں نے حضرت صاحب الزمانؑ کو خواب میں دیکھا حضرت نے فرمایا کہ آپ کا سنی پیا کرو یہ کام تمہارے لئے آسان ہو جائے گا چنانچہ میں نے یہی کیا اور جس کے بعد نماز کے لئے اٹھنا آسان ہو گیا۔

واقعہ نمبر۵

صاحب نجم ثاقب نے یہ واقعہ عالم و فاضل مرزا اسمٰعیل سلماسی سے اور انہوں نے اپنے والد صاحب ملا زین العابدین سلماسی سے نقل کیا ہے کہ والد ماجد فرماتے تھے کہ ایک مرد عجمی نے گرمی کے زمانہ میں زیارت کے لئے سامرہ آئے۔ دوپہر کا وقت تھا کلید بردار حرم کے دروازے بند کر کے جانے والا تھا کہ اس نے زائر کے آنے کی آہٹ سنی تو رک گیا اور زوار سے کہا کہ تم زیارت پڑھ لو مگر وہ زائر چاہتے تھے کہ حرم بند نہ ہو اور مجھے اچھی طرح حضور و توجہ کے ساتھ زیارت کا موقع مل جائے۔ ایک اشرفی کلید بردار کو دینی چاہی اس نے انکار کیا اور کہا کہ میں دستور کے خلاف نہیں چل سکتا۔ زائر نے دوسری اشرفی دی وہ نہ مانا تیسری

دی اب بھی اس نے قبول نہ کیا۔ تب زائر نے حرم کی طرف رخ کر کے عرض کیا مولا میں تو اس ارادے سے آیا تھا کہ خصوع و خشوع کے ساتھ زیارت کروں اور کلید بردار کا سلوک آپ دیکھ رہے ہیں۔ اس پر کلید بردار نے زائر کو باہر کر کے دروازہ بند کر دیا اور چل پڑا اس کو خیال تھا کہ زائر کے پاس بہت اشرفیاں ہیں اس سے بھی زیادہ دے گا اور واپس آئے گا۔ ابھی وہ جا ہی رہا تھا کہ اس نے دیکھا کہ تین صاحبان برابر برابر تشریف لا رہے ہیں مگر ایک صاحب اپنے پہلو کے دوسرے صاحب سے تیسرے صاحب سے کچھ ذرا آگے معلوم ہوتے ہیں اور یہ تیسرے صاحب دیگر دوسرے حضرات سے بہت کم سن ہیں اور انہوں نے ہاتھ میں نیزے کا ایک ٹکڑا لیا ہوا ہے جس کے اوپر نشان ہے۔ کلید برداران صاحبان کو دیکھ کر حیران رہ گیا اور اس کی طرف صاحب نیزہ متوجہ ہوئے اور یہ فرماتے ہوئے نیزے کو حرکت دی کہ اے ملعون پسر ملعون کیا یہ شخص تیرے گھر آیا تھا یا تیری زیارت کے لئے آیا تھا جو تو نے منع کر دیا مگر ان صاحب نے جو سب سے بڑے تھے ہاتھ سے اشارہ کیا اور یہ کہہ کر سفارش کی کہ یہ ہمسایہ ہے جس پر نیزے والے صاحب رک گئے۔ دوسری مرتبہ پھر ان کو غصہ آیا اور پھر وہی کہا لیکن انہی بزرگ نے پھر اشارے سے روکا۔ تیسری دفعہ پھر ایسا ہی ہوا جس کے بعد کلید بردار غش کھا کر گر پڑا شام کو اس

کے رشتے دار آئے اور اس کو لے گئے۔ دو روز تک اس کا وہی حال رہا جب وہ ہوش میں آیا زائر کا پورا قصہ اور تین افراد کے آنے کا واقعہ بیان کیا۔ حالت اس کی یہ تھی کہ فریاد کرتا تھا کہ خبر لو پانی میں ڈالو آگ لگ رہی ہے۔ ہر چند اس پر پانی ڈالتے تھے مگر اس کی یہی فریاد تھی یہاں تک کہ اس کے پہلو کو کھول کر دیکھا تو وہاں ایک درہم کے برابر سیاہ داغ تھا۔ جس کے لئے اس نے لکھا کہ اسی جگہ پر میرے نیزہ لگا ہے جب کچھ افاقہ ہوا تو علاج کے لئے بغداد لے کر گئے وہاں طبیبوں نے دیکھا مگر کچھ نہ ہوا پھر بصرہ میں ایک مشہور انگریز ڈاکٹر کے پاس لے گئے وہ دیکھ کر حیران ہو گیا کیونکہ اس نے کوئی ایسی بات نہ پائی جو مادہ کی خرابی پر دلالت کرتی۔ اس لئے اس نے کہا کہ یہ خدا کی طرف سے ایک بلا ہے اور شاید اس شخص سے بعض اولیا کی شان میں کوئی بے ادبی ہوئی ہے پھر اس کے بعد تیماردار بھی مایوس ہو گئے۔ آخر کار وہ بغداد پہنچ کر راستے ہی میں مر گیا۔ اس خبیث کا نام حسان تھا اور اس زمانے میں اسی قسم کے ظالم سامرہ میں رہتے تھے جن کا پیشہ ہی زائرین کی ایذا رسانی اور لوٹ مار تھا۔

واقعہ نمبر ۲

آقا شیخ محمود میثمی نجفی تہرانی اپنی کتاب دارالسلام میں تحریر فرماتے ہیں کہ فاضل جلیل اخوند ملا ابوالقاسم قندھاری طہرانی جو

جناب کے لقب سے مشہور تھے اُن کے متعلق بعض فضلا حضرت حجت علیہ السلام کی زیارت کا ایک واقعہ نقل کیا ہے چونکہ ایسے مطالب کو میں درج کر رہا تھا اس لئے جناب قندھاری کو خط لکھا اور اُن سے استدعا کی کہ وہ اپنے ہاتھ سے اس واقعہ کو تحریر فرمائیں چنانچہ ان کا یہ جواب میرے پاس پہنچا کہ ۱۲۶۶ء میں بمقام قندھار ملا عبدالرحیم افغان سے میں پڑھا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ جمعہ کے دن شام کو اُن کے یہاں گیا تو دیکھا کہ بہت سے علماء جمع ہیں جن میں ایک مصری عالم بھی تھے افغانی عورتیں بھی تھیں اور اس جلسہ میں شیعہ مذہب کی خوب مذمت ہو رہی تھی۔ یہاں تک کہ قاضی القضاۃ ملا غلام محمد نے یہ بھی کہا کہ شیعوں کی خرافات میں سے یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مہدیؑ پسر حضرت عسکریؑ سامرہ میں ۲۵۵ھ میں پیدا ہو چکے اور ۲۶۰ھ میں اپنے مکان کے سرداب میں غائب ہو گئے۔ اس لئے تمام شیعہ عقائد کے متعلق ناسزا الفاظ استعمال کر رہے تھے اور سب برا بھلا کہہ چکے تھے لیکن حضرت حجت علیہ السلام کے ذکر پر خاموش رہے اور قاضی کا کلام ختم ہونے کے بعد کہنے لگے میں جامع طولون میں حدیث کے درس میں شریک ہوا کرتا تھا ایک روز حضرت مہدیؑ کے شمائل پر گفتگو چھڑ گئی اور یہ نوبت پہنچی کہ خوب شور و غل ہونے لگا۔ اسی حالت میں سب نے دیکھا کہ ایک جوان اسی صورت کے جس پر بحث ہو رہی

تھی سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔ کسی کو ان پر نگاہ ڈالنے کی جرأت نہ تھی۔ وہ جناب اخوند ملا ابوالقاسم نے اس خط میں لکھا تھا کہ مصری عالم کے اتنے بیان کے بعد میں نے یہ دیکھا کہ یہاں بھی اہل جلسہ خاموش ہیں۔ سب کی نگاہیں نیچی ہیں اور پسینہ ٹپک رہا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر میں حیران تھا یکایک میری نظر ایک جوان پر پڑی جو درمیان میں رو بقبلہ بیٹھے ہوئے تھے ان کو دیکھتے ہی میری حالت بھی دگرگوں ہو گئی اور میں بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش آیا پھر اس طرف دیکھا تو وہ جوان موجود نہ تھے اور سب لوگ اٹھتے چلے جا رہے تھے۔ میں بھی چلا آیا تھا۔ رات خوشی و غم میں کاٹی کہ حضرت حجتؑ کی زیارت سے مشرف ہو گیا اور غم اس بات کا تھا کہ دوسری مرتبہ ان کے چہرہ مبارک پر نظر نہ کر سکا۔ دوسرے روز جب میں پڑھنے کے لئے گیا تو ملا عبدالرحیم نے کہا کہ تم نے دیکھا کہ کل کیا ہوا۔ حضرت قائم آل محمد تشریف لے آئے اور حضرت کا ایسا تصرف حاضرین پر ہوا کہ کسی کو دیکھنے اور بولنے کی طاقت نہ رہی۔ اس وقت میں نے ان کے اس کہنے کی تصدیق نہ کی۔

واقعہ نمبر ۷

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ بحار الانوار میں یہ واقعہ ابو راجح حمامی ساکن حلہ کا نقل فرمایا ہے کہ حلہ میں ایک حاکم تھا جس کو مرجان صغیر کہتے تھے وہ دشمن اہلبیت تھا۔ اس سے لوگوں نے ابوراجح کی

شکایت کی کہ یہ بعض صحابہ کرام کو اچھا نہیں سمجھتا جس پر اس نے ابو راجح کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ آیا تو اس کو بہت مارا اس کے دانت ٹوٹ گئے۔ زبان کو باندھا گیا ناک میں سوراخ کر کے نکیل ڈالی گئی حلے کی گلیوں میں پھرایا گیا یہاں تک کہ وہ نیم مردہ ہو گیا۔ زمین پر گر پڑا حاکم نے قتل کا حکم دے دیا۔ کچھ لوگوں نے سفارش کی کہ یہ بوڑھا آدمی ہے زخمی ہے اس کو قتل نہ کیا جائے خود ہی مر جائے گا۔ چنانچہ لوگوں کے اصرار پر اس کو رہا کر دیا گیا اور گھر والے گھر لے آئے۔ سب کو یقین تھا کہ رات کو ہی مر جائے گا مگر جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ وہ تندرستوں کی طرح نماز پڑھ رہا ہے۔ سارے زخم صحیح ہیں جسم پر کہیں چوٹوں کے نشان نہیں یہ دیکھ کر لوگوں کے تعجب کی انتہا نہ رہی۔ اس سے دریافت کیا کہ کیا ہوا تو اس نے کہا کہ موت سامنے آ چکی تھی دل ہی دل میں اپنے خدا سے دعا اور اپنے مولا صاحب الزماں سے فریاد کرتا رہا۔ جب رات ہوئی تو خوب اندھیرا ہو گیا تو میں نے دیکھا سارا گھر منور ہے یکایک حضرت تشریف لے آئے اور اپنا دست مبارک میرے منہ پر پھیرا اور فرمایا باہر جاؤ اور اپنا کام کر خدا تعالیٰ نے تجھ کو شفا عطا فرمائی ہے۔ حق تعالیٰ نے تجھے صحت عطا فرمائی ہے وہ جوان معلوم ہو رہا تھا اور زندگی بھر اس کی یہی صورت رہی کہ یہ حالت دیکھ کر اس پر بہت رعب طاری ہوا اسی وقت اس کے عمل میں

ایسی تبدیلی ہوئی کہ یا تو وہ جلتے میں جو حضرت حجت علیہ السلام کا مقام ہے اس سے پشت کر کے بیٹھا کرتا تھا یا اس واقعہ کے بعد اس کی جانب منہ کر کے بیٹھنے لگا اور مومنین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا تھا۔

واقعہ نمبر ۸

عالم متبحر شیخ ابراہیم کفعمی نے کتاب بلد الامین میں لکھا ہے کہ یہ دعا حضرت حجت علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص اس کو ایک برتن پر خاک شفا سے لکھے اور دھو کر پیئے تو اپنے مرض سے شفا پائے گا۔ ایک بیمار مجاور کربلائے معلی نے حضرت کو خواب میں دیکھا اور اپنی بیماری کی شکایت کی جس پر حضرت نے اس دعا کو لکھنے اور دھو کر پینے کا حکم فرمایا چنانچہ اس نے تعمیل کی اور اس وقت تندرست ہو گیا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم بسم اللہ دواءٌ و الحمد للہ شفاء و لا الہ الا اللہ کفاء ھو الشافی شفاء ھو الکافی کفاء اذھب الباس برب الناس شفاء لا یغادرہ سقم صلی اللہ علی محمد و الہ النجباء (صفحہ:۲۵۶)

واقعہ نمبر ۹

جناب شیخ حر عاملی علیہ الرحمۃ نے کتاب اثبات الہدا میں تحریر

فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حجت علیہ السلام کو خواب میں دیکھا جلدی سے قریب پہنچا سلام کیا اور چاہتا تھا کہ ظہور کا وقت دریافت کروں تو حضرت نے سوال سے پہلے ہی جواب میں فرمایا کہ ان شاء اللہ قریب ہے اور غیب کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔

واقعہ نمبر ۱۰

جنتہ الماوٰی میں ہے کہ ایک صاحب تجارت پیشہ جن کا نام آغا محمد مہدی تھا اور جن کے باپ اہل شیراز تھے لیکن یہ برما میں پیدا ہوئے اور وہیں پلے بڑھے تھے۔ جمادی الاوّل ۱۲۹۹ھ میں کاظمین آئے اس سے تین سال پہلے وہ کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو چکے تھے جس سے قوت گویائی و سماعت جاتی رہی بالاخیر بارگاہ حضرت ائمہ علیہم السلام سے توسل ہوا اور عراق آئے۔ کاظمین میں چند مشہور تاجر ان کے رشتے دار تھے۔ بیس دن قیام کیا پھر سامرۃ آئے اور بعد ظہر زیارات سے مشرف ہوئے۔ سرداب مقدس میں حاضر ہو کر بہت دیر تک روئے پیٹے، شفاعت کی دعا کی اس حالت میں خداوند عالم نے زبان کھول دی کان بھی کھل گئے اور اعجاز حضرت حجت علیہ السلام اور اس مقام کی برکت سے اس طرح باہر آئے کہ صاف تیزی کے ساتھ خوب کلام کر رہے تھے۔

واقعہ نمبر ۱۱

جناب ابن طاوس علیہ الرحمۃ نے کتاب فرج الہموم میں بیان کیا ہے کہ میرے زمانے میں ایسی جماعت رہی ہے جس نے حضرت حجت علیہ السلام کو دیکھا ہے اور ان میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو ان عریضوں کے جوابات حضرت کی جانب سے لائے من جملہ ان کے ایک یہ خبر بھی ہے جس کی سچائی کا مجھ کو یقین ہے اور بیان کرنے والے نے اپنا نام ظاہر کرنے کی مجھے اجازت نہیں دی۔ وہ یہ کہ بارگاہ الٰہی میں وہ شخص برابر یہ دعا کرتا رہتا تھا کہ خداوند عالم اپنے فضل سے حضرت حجت کی زیارت کا شرف عطا فرمائے۔ چنانچہ اس کو خواب میں بشارت ہوئی کہ فلاں وقت جس کی طرف اشارہ کر دیا گیا تھا۔ حضرت کی زیارت ہو جائے گی جب وہ وقت آیا تو یہ مشہد مطہر حضرت موسیٰ کاظم میں تھا پہلی پہچانی ہوئی آواز بھی سنی اور حرم میں داخل ہو کر ضریح اقدس کے بائیں جا کر کھڑا ہو گیا دیکھا کہ ایک بزرگوار تشریف لائے جن کے متعلق اس کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ یہی حضرت حجت علیہ السلام ہیں جن سے اس کو کچھ کلام کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

واقعہ نمبر ۱۲

کتاب انیس العابدین میں ذکر ہے کہ ابن طاوس علیہ

الرحمۃ نے سحر کے وقت سرداب مقدس میں حضرت صاحبؑ الامرؑ کو اہلبیتؑ کے دوستوں کے لئے دعا کرتے ہوئے سنا تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ پروردگار ہمارے شیعہ ہماری شعاع نور اور ہماری بقیہ طینت سے پیدا ہوئے ہیں اور انہوں نے ہماری محبت و ولایت وہ شفاعت کے بھروسے پر بہت سے گناہ کئے ہیں جن کا ہم پر بار ہے۔ ان لوگوں کی نسبت ہماری طرف ہے۔ ہم پر ان کا اعتماد ہے ہم ان کے ضامن ہیں ہم ہی ان کا مرجع ہیں ہماری رضا اس میں ہے کہ ان کے گناہوں کو معاف فرما اور آپس کے معاملات میں ان کی غلطیوں کو درست فرما اور ہمارے خمس سے ایسے مطالبات کا بدل فرما ان کو جنت میں داخل کرنا اور دوزخ کے عذاب سے دور اور دوزخ کی آگ سے دور رکھنا۔ ہمارے دوستوں کو ہمارے دشمنوں کے ساتھ ایک جگہ جمع کر کے اپنے غضب میں مبتلا نہ فرمانا۔

واقعہ نمبر ۱۳

ابن طاؤس علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے کہ ایک صاحب نے جن کی میں تصدیق کرتا ہوں بیان کیا کہ حضرت حجت علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے ایک عریضہ میں نے لکھا جس میں من جملہ دیگر ضروری امور کے یہ درخواست کی کہ حضرت اپنے قلم مبارکہ سے جواب عطا فرمائیں۔ اس عریضے کو لے کر سرداب

مقدس میں حاضر ہوئے اور وہاں رکھ دیا لیکن بعد کو کچھ خائف ہوا اور اس کو اٹھا کر اپنے ساتھ لے آیا۔ شب جمعہ تھی میں تنہا صحن اقدس کے حجرے میں رہا قریب آدھی رات کے ایک خادم میرے پاس آیا اور کہا کہ اپنی وہ تحریر دے دو یہ سن کر میں اٹھا نماز کے لئے طہارت کرنے لگا جس میں کچھ تاخیر ہوئی۔ باہر نکلا تو کوئی نظر نہ آیا۔

زمانہ غیبت کبریٰ میں حضرت امام العصر علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہونے کا امکان ہے۔ حضرت حجت علیہ السلام کے حضور تشرف کچھ ایسا مسئلہ نہیں کہ انسان عبادات، دعائیں اور ریاضت کے ذریعے ان تک رسائی حاصل کر سکے کیونکہ حضرت نعوذ باللہ نہ تسخیر ہو سکتے ہیں اور نہ اس انتظار میں ہیں کہ ہم عبادت کریں اور پھر وہ اپنی زیارت سے مشرف فرمائیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم آنجناب کو پہچانیں اور اُن کے عمل و افکار کو اپنی تربیت کا میزان بنائیں۔ آہستہ آہستہ ایک روحانی انداز پیدا کرنے اور ان کی محبت اور عشق کو اپنے دل میں بسا لیں۔ شاید ایسا انتظام ہو جائے کہ ہم کو اپنی زیارت سے کامیاب کریں۔ حضرت کی روح اقدس ہمارے قریب اور قریب تر ہے۔ بس اس کی ضرورت ہے کہ ہم اس سے توسل پیدا کریں۔ سلام عرض کریں حاجت چاہیں۔ یہ صحیح عمل ہے کہ ہم آنحضرت کی روح اقدس کو

قریب تر پائیں اگر ہم اپنے دل کو کھلا رکھیں تو ہم آپ کی آواز کو بھی سن سکتے ہیں۔ بشرطیکہ روحانی ارتباط پیدا کریں تو ہم آپ کے جسم اقدس کو بھی دیکھ لیں گے۔

اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ اور طریقہ نہیں چنانچہ قرآن مجید میں اس آیت کی تفسیر میں

"یاایھا الذین امنوا صبرو و صابرو اوبطلو"

معصومین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اے لوگوں جو ایمان لائے ہو غیبت کبریٰ کے زمانے کی تکالیف پر صبر کرنا اور دوسروں کو بھی صبر کی تلقین کرنا۔ اپنے امام منتظر سے رابطہ پیدا کرنا جو ان شاء اللہ ظاہری رابطے پر ختم ہوگا۔

اب ہم اپنے علم اور مشاہدہ کی بنا پر چند واقعات بیان کرتے ہیں جن سے یہ معلوم ہوگا کہ آنجناب سے اُن حضرات کو روحانی ربط و توسل حاصل تھا وہ سلام آنجناب کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ حاجتیں بیان کرتے ہیں اور اپنی مرادیں پاتے ہیں۔

جناب سید محمد صاحب قبلہ مجتہد امروہوی مرحوم و مغفور ایک عرصہ دراز تک غریب خانہ میں قیام فرما رہے۔ میرا کمرہ ان کے کمرہ کے متصل تھا نصف شب کے بعد جناب بستر سے اٹھ جاتے تھے وضو فرما کر مصلّے پر تشریف لے جاتے تھے اور آفتاب طلوع ہونے تک قیام فرماتے اکثر ایسا ہوا کہ آپ کسی سے گفتگو فرما

ہوتے کسی زبان میں جو سمجھ میں نہیں آتی تھی میرے استفسار پر وہ ٹال دیتے تھے اور اجتناب فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ جناب نے فرمایا کہ تمہارے گھر پر بڑی آفت آنے والی تھی آؤ ذرا مکاں کے چاروں کونوں کو کھودو۔ کھودنے پر چاروں کونوں سے سانپوں کے بچے اور سانپ نکلے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ میرے ایک دوست جناب کی خدمت میں آئے اور اُن سے درخواست کی کہ ان کے ایک عزیز کا مقدمہ سپریم کورٹ میں زیر تجویز ہے دعا فرمائیں کہ وہ کامیاب ہوں۔ جناب نے اقرار فرمایا اور کہا کہ وہ مجھے اس کے متعلق آگاہ فرمادیں گے تم ان سے معلوم کر لینا۔ ایک دن میں جناب کے پاس بیٹھا تھا تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے دوست کے عزیز کے مقدمہ کے بارے میں بتاتا ہوں کہ تم صرف اُن سے اتنا بتانا کہ وہ کامیاب ہوں گے لیکن یہ نہ بتانا کہ وہ اس کامیابی کو سن نہ پائیں گے۔ چنانچہ میرے دوست میرے پاس آئے اور کہا کہ آج اس مقدمہ کا فیصلہ ہے۔ وہ عدالت گئے اور فیصلہ کی کامیابی کی خبر میرے پاس لائے اور کہا کہ میں اپنے عزیز کو کراچی اطلاع ٹیلیفون پر دے آؤں وہ اطلاع دینے گئے واپس آ کر بتایا کہ ان کے عزیز کا آج صبح انتقال ہو گیا اور وہ اس کامیابی کو نہ سن سکے۔

ایک مرتبہ مجتہد جناب قبلہ اپنے ذاتی کام کی وجہ سے محکمہ بحالیات جانے لگے جہاں انہیں اپنے ہم وطن سید ذہین الحسن سے

ملتا تھا تنہا تانگے میں بیٹھ کر تشریف لے گئے اور سوچتے جاتے تھے کہ اتنے بڑے دفتر میں کیسے میں ان کو تلاش کروں گا۔ مولا سے دعا کرتے جاتے تھے چنانچہ جب وہ دفتر کے گیٹ پر پہنچے تو انہوں نے ذہین الحسن کو کھڑا ہوا پایا۔ ذہین الحسن کا بیان تھا کہ میں اپنی جگہ پر بیٹھا کام کر رہا تھا کہ ایک دم میرے دل میں آیا کہ میں گیٹ پر جاؤں۔۔ جب میں گیٹ پر آیا تو میں اِدھر اُدھر سڑک پر دیکھنے لگا۔ اسی اثناء میں قبلہ مجتہد صاحب تشریف لے آئے اور انہوں نے آتے ہی اللہ کا شکر ادا کیا اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ یہ مولا کا حقیقی توسل ہے۔

ایک اور واقعہ مولف اپنے والد بزرگوار مرحوم و مغفور کا بیان کرتا ہے کہ ایک ہندو شخص نے آکر کہا کہ اس کا لڑکا ایک سال ہوا کہ چلا گیا معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے آپ اس کے متعلق معلوم کر کے بتائیں۔ والد صاحب نے فرمایا کہ جمعہ گزرنے کے بعد آنا چنانچہ جب وہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ کل آجائے گا دوسرے روز وہ آیا اور سیدھا والد صاحب کے کمرے میں آکر کہا کہ آپ نے مجھے پریشان کر دیا تھا اور خواب میں آکر کہتے تھے کہ تم واپس آؤ پھر میں نے خواب میں آپ کا گھر اور آپ کی صورت بھی دیکھی اور میں حاضر ہوں۔ والد صاحب نے اس کے باپ کو بلوایا اور اس کے بیٹے کو اس کے ہمراہ کر دیا۔ یہ

مولا سے توسل کا ایک اور واقعہ ہے۔

اب مولف خاکسار مولا کے توسل کا اپنا ایک واقعہ بیان کرتا ہے کہ جب ۱۹۷۰ء میں زیارات کے لئے حاضر ہوا تو مسجد سہلہ میں پہنچا اور ظہرین کی نماز ادا کی اس وقت مسجد میں سوائے میرے اور میرے ساتھی کے اور کوئی نہ تھا اور محراب میں میں نے ایک صاحب کو مصروف عبادت دیکھا میں مصافحہ کرنے کی غرض سے ان کے قریب گیا اور یا اللہ کہہ کر اپنے ہاتھ ان کی طرف بڑھائے انہوں نے اپنے ہاتھ بھی بڑھائے اور میں نے مصافحے کے بعد ان کی دست بوسی کی تو انہوں نے کوئی تعارض نہیں فرمایا حالانکہ جب میں نے کسی عالم کی دست بوسی کرنی چاہی تھی تو وہ ہاتھ کھینچ لیتے تھے۔ دست بوسی کرنے کے بعد میں دروازے پر آ گیا تو مجھے خیال آیا کہ کہیں وہ صاحب امام زمانہؑ تو نہیں تھے یہ سوچ کر میں نے محراب کی جانب دیکھا تو وہاں کوئی نہ تھا۔

ایک مرتبہ میں اپنے مکان کی چھت پر تنہا سو رہا تھا۔ میری پشت پر عزاخانہ اور مسجد تھی۔ صبح کی اذان سے پہلے مجھے پشت سے کسی شخص نے اٹھایا اور کہا کہ امام باڑہ کے جانب آسمان کی طرف دیکھو تو میں نے دیکھا کہ کچھ ہستیاں ہوا میں معلق قطار در قطار امام باڑے کی طرف جا رہی ہیں اور وہ آواز جو پشت سے آ رہی تھی مجھے بتا رہی تھی کہ یہ حضور ہیں اور اس طرح چہاردہ معصومین علیہم

السلام کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آخر میں میں نے دیکھا کہ ایک مخدرات عصمت ایک بچی کی انگلی تھامے اور ایک لڑکے کو گود میں لئے معلق تشریف لے جا رہی ہیں۔ اس آواز نے بتایا کہ یہ جناب فاطمہ زہرا جناب سکینہ اور جناب حضرت علی اصغر کو لئے ہوئے جا رہی تھیں۔ میں روتا ہوا اٹھا اور سیدھا امام باڑے کی طرف گیا وہاں جا کر دروازے کو دستک دینے لگا میرے والد میرے پیچھے پیچھے آئے اور مجھ سے پوچھا کہ کیا بات ہے مجھ سے کہا نہ گیا اور رونے لگا پھر میں نے سارا واقعہ ان کے گوش گذار کیا۔ انہوں نے کہا کہ تم زیارت سے مشرف ہوئے ہو۔ یہ واقعہ ۱۹۴۲ء کا ہے۔

پاکستان بننے کے بعد جب ہم ہجرت کر کے لاہور آ گئے تو ایک رات یہاں اپنے گھر کی چھت پر تنہا سو رہا تھا کہ وہی آواز جس نے ۱۹۴۲ء میں مجھے بیدار کیا تھا اس نے پھر مجھے بیدار کیا اور کہا کہ سڑک کی طرف دیکھو اب جو میں نے دیکھا تو اپنے والد بزرگوار کو جو اس وقت حیات تھے، ہاتھی پر بیٹھے ہوئے ایک جلوس کی شکل میں جا رہے تھے۔ میں نیچے اتر کر اس جلوس کو دیکھنے آیا تو والد صاحب نے میرا اور میرے بھائی کا ہاتھ پکڑ کر ہاتھی پر بٹھا لیا اور جلوس چلتا رہا یہاں تک کہ ہمارا ہاتھی ایک لق و دق میدان میں پہنچ گیا اس آواز نے بتایا کہ دیکھو یہ حضور کا روضہ ہے اور اس طرح تمام انبیاء اور آئمہ کو روضوں کی زیارت کرائیں یہ تمام

واقعات مولا کے توسل کے ہیں۔

مولانا سید علی حسن اختر صاحب جو کہ ایک متقی پرہیزگار عالم تھے خاکسار کو ان کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا تو میں نے ان سے تنہائی میں مولا کی زیارت کے متعلق دریافت کیا تو وہ درگزر فرمادیتے تھے۔ ان کی نظم بعنوان "انتظار" جو اس کتاب میں شائع کی جاتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو امام زمانہؑ سے کتنا لگاؤ تھا۔

سید علی حسن اختر امروہوی

انتظار

اصل اصول عشق و محبت ہے انتظار　　الفت کی بس دلیل صداقت ہے انتظار
ہے اس کی بندگی کا شرف چشم منتظر　　اشرف عبادتوں میں عبادت ہے انتظار
اخلاق کا ثبوت مروت کی جان ہے　　انسان کی جبین شرافت ہے انتظار
جتنا بلند ہو گا کسی منتظر کا فضل　　اتنی ہی سربلند فضیلت ہے انتظار
شاید نہ تاب لا سکے یہ چشم اشتیاق　　مشتاق دید تیری زیارت ہے انتظار
جاں دے دو انتظار زیارت میں، بالیقین　　اے طالبان دید شہادت ہے انتظار
ایسے حسین کی نذر کو جو ہو حجاب میں　　اک ارمغان حسن عقیدت ہے انتظار
بہر سکون قلب ہے تشنگان دید　　اے مضطرب قرآن کی تلاوت ہے انتظار
ہے پاسبان حکومت حقہ کا دھر میں　　دنیا میں دین حق کی حفاظت ہے انتظار
وجہ قیام عالم و وجہ ثبات دیں　　دیں کی امانتوں کی ضمانت ہے انتظار
یہ دور جو کہ غیبت ہادی کا دور ہے　　اس دور میں صراط ہدایت ہے انتظار
قربیٰ کے سلسلے کی امانت ہے آخری　　ہم پلۂ حدیث مودت ہے انتظار
سوچو پس سوال مودت ہے کون کون؟　　حق ہے یہی کہ اجر رسالت ہے انتظار

اور بالخصوص غیبت کبریٰ کے دور میں　　اظہار اعتراف امامت ہے انتظار

تاکہ رہیں وصال میں بھی لذتیں ہزار　　رہتی ہے جو مدام وہ لذت ہے انتظار

اس کو لگائے پھرتا ہوں سینے سے رات دن　　اک حسین دلربا کی امانت ہے انتظار

آئیں تو کیا کروں گا؟ نہ آئیں تو کیا کروں　　اختر ہر لحاظ قیامت ہے انتظار

"آئیں گے جب جہاں ہم ہوں گے وہیں ہوں گے تم"
دیکھیے! احمدؐ مختار نظر آتے ہیں
اک طرف ان کے حسنؑ، دوسری جانب ہیں حسینؑ
ہیں بتول العذرا، قافلہ سالارِ رسولؐ
شور ہر سو ہے بپا، جانِ رسالت آئیں
ذرۂ خاک کو کیسے یہ مناظر معبود!
حاصل خونِ جگر ہیں سرِ مژگانِ شعور
ہائے ہر روز مجھے بعد نمازِ ظہرین
غضب اے چشم فلک زینب و کلثوم ہیں یہ
کھینچ لے روح رواں جسم سے میرے، میرے رب
آگئے آگے ملک، الموت کے انوار ہیں دو
کر مجھے شہپر پرواز عنایت معبود
عمر بھر جن سے گلہ تھا کہ "نہیں آتے نظر"
پوچھا غازیؑ سے یہ میں نے کہ گنہگار ہوں مَیں
ہنس کے فرمایا کہ لا ریب درِ زہرا پہ
ہم ہیں بھی ہوں وہیں سے ہمیں فردا فردا
موجزن ہم ہی تو ہیں در رگِ جاں ہستی
ہم ہی ہیں مظہر اوصافِ خفی اور جلی
نظر آتے نہیں یوں شیشۂ ہستی میں بھی ہم

ہیں نصیری غلط اندیش بجا ہے لیکن
اس رعایت سے کہ بیشک ہیں محبانِ علی
ہم چلے کر کے بس اب اُن کے حوالے جو تمہیں
بھلا ہیں کون یہ جو چاروں طرف ہیں میرے
یہ جو ہیں مرحلۂ امکان و مکاں سے آزاد
سب سیاہ پوش ہیں (اے وائے حسینؑ ابن علیؑ)
پیشتر سے تو میری پہلی ملاقات ہے یہ
یہ ابو ذر ہیں، یہ سلمان ہیں، عمار ہیں یہ
یوں تو ہیں مُہر بلب پہ بہ زبانِ خاموش
جب قریب آتے ہیں لگتا ہے کہ سب اپنے ہیں
ساتھ ہی حیدرِ کرار نظر آتے ہیں
حسنِ تخلیق کے شہکار نظر آتے ہیں

لِلّٰہ الحمد ہیں جبرئیل، سپہدار بتول
بند آنکھیں کرو، خاتونِ قیامت آئیں

سَرِ آئینہ انوار نظر آتے ہیں
دمِ تحریر جو اشعار نظر آتے ہیں
کوفہ و شام کے بازار نظر آتے ہیں
دیکھا وہ عابدِ بیمار نظر آتے ہیں
سر بُریدہ شہِ ابرار نظر آتے ہیں

اِک تو، عباس علمدار نظر آتے ہیں
دوسرے جعفر طیار نظر آتے ہیں
خوشا! اے چشم طلبگار، نظر آتے ہیں
میری بخشش کے کچھ آثار نظر آتے ہیں
سینکڑوں۔ تم سے گنہگار نظر آتے ہیں
اپنے بابا کے وفادار نظر آتے ہیں
تن بے سر بہ سرِدار نظر آتے ہیں
دہر میں ہم بصد انوار نظر آتے ہیں
کہیں تو، از پسِ دیوار نظر آتے ہیں
حق یہ ہے حق کے طرفدار نظر آتے ہیں
بخششِ حق کے سزاوار نظر آتے ہیں
ساتھ لے جانے کو تیار نظر آتے ہیں
لا تعد تا حد پندار نظر آتے ہیں
سب کے سب ویسے عزادار نظر آتے ہیں
شہِ بے کس کے وفادار نظر آتے ہیں
جانے پہچانے بھی دو چار نظر آتے ہیں
اور یہ میثم تمار نظر آتے ہیں
سب کے سب پیکر اظہار نظر آتے ہیں
دُور جاتے ہیں تو اغیار نظر آتے ہیں

پاس، گیا ہیں یہ ہنگامۂ ہستی کے امیں
دل حیران! یہ کشاکش تو ہوئی ختم، آخر
نیند آنے لگی سو جاتے ہیں محسن، اب ہم
یہ سنا ہے کہ جہاں ہم چلے، اُس بستی میں
دل بیدار یہ کہتا ہے سنو اہل جہاں
وہی جو ہادیٔ برحق ہیں زمانے کے لئے
وہی جو اَمرِ الٰہی کے امیں ہیں فی الارض
وہی ہیں منتقم و قاہر و قہار و قوی
دل بیدار بہ ہنگامِ ظہورِ مہدی
کبر و نخوت کے خدا جبر و تعدی کے خدیو
زبردستانِ جہاں، تاجدارانِ زمن
پا بہ سر، کفش بدست، بھاگتے چوروں کی طرح
فاسق و فاجر و ملعون و لعیں بالاجماع
دھجیاں اُڑتی تھیں غیرت کی جن ایوانوں میں
یہ محلاتِ قدم با ہمہ تزک و حشم
وہ جو مظلوموں کے سینوں پہ سناں رکھتے تھے
جو کیا کرتے تھے اوروں کو گرفتارِ بلا
اس کے برعکس جو تھے بے کس و مجبور و غریب
وہی جو کہتے تھے بے یاور و انصار ہیں ہم

جو برہنہ بدن و خاک بسر پھرتے تھے
زندگی موت سے بدتر تھی جن انسانوں کی
جن کو پہلے نہ تھا دو وقت کا کھانا بھی نصیب
بالا و ادنیٰ و اعلیٰ طبقی ختم ہوئی
سب ہی خوش خُلق و خوش اَطوار نظر آتے ہیں

ہائے افسوس کہ دنیا میں نہیں ہوں گے ہم
"یوں نہیں ہے کہ ہم آئیں تو نہیں ہوں گے تُم"
غور سے آخری مصرعے جو ہیں دو، سنئے اُنہیں
دُور، تصویر بہ دیوار نظر آتے ہیں

تھے جو در پردۂ اسرار نظر آتے ہیں
لذتِ مرگ سے سرشار نظر آتے ہیں
سو گئے جو وہی بیدار نظر آتے ہیں
"اُن کے آنے کے سب آثار نظر آتے ہیں"

دافعِ ظلم و عدوان جو کہلاتے ہیں
قاطعِ کفر و طغیان جو کہلاتے ہیں
وہی اب دست بہ تلوار نظر آتے ہیں
کو بہ کو نور کے مینار نظر آتے ہیں
سب نگوں بخت و نگوں سار نظر آتے ہیں
خائب و خاسر و نادار نظر آتے ہیں

شہر یارانِ بد اطوار نظر آتے ہیں
یہ سرِ کیفرِ کردار نظر آتے ہیں
وہاں اب خاک کے انبار نظر آتے ہیں
کیا ہیں؟ سب ریت کی دیوار نظر آتے ہیں
اُن کے سر اب تہِ تلوار نظر آتے ہیں
وہی اب مالک و مختار نظر آتے ہیں
ظلم سے برسرِ پیکار نظر آتے ہیں
اب وہ با پوشش و دستار نظر آتے ہیں
اُن کے گھر روکشِ گلزار نظر آتے ہیں
اب وہ سب خیرالاخیار نظر آتے ہیں
سب کے، سب یار و مددگار نظر آتے ہیں
اور سب شہ کے وفادار نظر آتے ہیں

جب وہ آئیں گے تو پیوندِ زمیں ہوں گے ہم
"آئیں گے جب جہاں ہم ہوں گے وہیں ہوں گے تم"

یہی شہ سرخیِ اخبار نظر آتے ہیں

عظمت سادات

تعارف

ابتدا ہی میں واضح کر دینا ضروری ہے کہ "سادات" سے مراد اولادِ نبیؐ یعنی امام علیؑ اور فاطمہ زہرا کی اولاد و امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور جناب زینب اور ان ذواتِ مقدسہ کی عظمت یہ ہے کہ انہوں نے نبیؐ آخرالزماں سے براہ راست تعلیم و تربیت حاصل کی ہے اور مستزاد یہ ہے کہ ان کے والدین حضرت علیؑ اور جناب فاطمہ ان دونوں نے بھی تعلیم و تربیت براہ راست آنحضرت سے حاصل کی۔ ظاہر ہے کہ تعلیم و تربیت کرنے والے رسولؐ ہوں اور حاصل کرنے والا یہ ذہین افراد ہوں تو کیسے نہ ان افراد کی زندگی میں قول و فعل میں مثالی ہم آہنگی پیدا ہو جائے۔

انسانی قول و فعل میں ہم آہنگی اور وہ بھی انسانی ارتقاء کے پیش نظر بہت ہی نایاب چیز ہے۔ آج دنیا میں ہزاروں فلسفے سر اٹھا رہے ہیں اور اپنا اپنا راگ الاپ رہے ہیں لیکن ابھی تک کوئی

فلسفہ ایسا سامنے نہیں آ سکا جو انسان کے قول و فعل میں ہم آہنگی پیدا کر سکے اور اسی تفاوت کی وجہ سے انسان سے انسانیت کی اعلیٰ قدریں فروغ نہیں پا رہی ہیں۔ بلکہ آج کل کے الٹے سیدھے فلسفے تو انسان کے علم افروز کو بھی ایسے ایسے راستے دکھا رہے ہیں جس پر انسان کی تباہی واضح ہے۔

ادھر اولاد نبی کے ان افراد کو دیکھئے کہ آپ ان کے بچپن سے لے کر آخر زندگی تک دیکھ لیجئے آپ کو کہیں بھی قول و فعل میں دوری نظر نہیں آئے گی۔ اس اعتبار سے یہ افراد اس وقت پوری انسانیت کے لئے مژدہ مراد ہیں۔ ان کے قول و عمل کے مطابق زندگی گذاری جائے تو آج بھی انسان کے حالات سنور سکتے ہیں اور بہت سی ناکامیاں اور برائیاں دُور ہو سکتی ہیں

سب سے بڑے دکھ کی بات یہ ہے کہ ان افراد سے عقیدت رکھنے والے لوگ محض زبان سے ان کی باتیں کرتے ہیں ان پر عمل پیرا ہونے کے لئے تیار نہیں۔ وہ طرح طرح کے بہانے بناتے ہیں۔ ایک بڑا بہانہ یہ ہے کہ ہم آئمہ اطہار کی اطاعت کیسے کر سکتے ہیں وہ تو خدا کا نور تھے اور ہم خاکی بندے ہیں۔ یہ محض فرار کا بہانہ ہے۔ ورنہ اولاد نبی کے پاس اس وقت تمام دُنیا کے دکھوں کا علاج موجود ہے اور وہ ہے اولاد نبی کی ذوات مقدسہ کی اطاعت کی جائے۔ اسی اطاعت میں عظمت سادات ہی نہیں

عظمت اولاد آدم بھی پوشیدہ ہے۔

(از پروفیسر مشکور حسین یاد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهر کم تطهرا

ترجمہ: بیشک اللہ تو یہ چاہتا ہے اے اہلبیت کہ تم سے ہر ناپاکی کو دور کرکے تمہیں پاک و پاکیزہ رکھے۔

درود و سلام ہو حضرت محمد مصطفیٰ اور ان کی آل اطہار پر جو سب سے افضل قبیلے بنی ہاشم میں ظہور پذیر ہوئے۔ ہمارے ایمان کا معیار اس عقیدہ پر ہونا چاہئے کہ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہر رسول نبی اور فرشتوں سے افضل ترین ہیں اور آپ کے اصول و شریعت تمام اصول و شریعتوں سے اشرف ہے کیونکہ آپؐ کے آباء و اجداد اور آپ کی آل حسب نسب کے اعتبار سے سب سے افضل ہیں۔ ان حضرات کی محبت اومودت پر ہی ایمان کا دار و مدار ہے۔ یہ ذوات مقدسہ اسی طرح اہل زمین کے لئے امان ہیں جس طرح آسمان والوں کے لئے ستارے امان ہیں تو جو شخص ان کی محبت کا دعویٰ کرنے کے باوجود اپنے اچھے افعال سے اپنے دعویٰ کی دلیل پر قائم نہیں ہوگا تو اس کے دعویٰ کو مسترد کر دیا جائے گا۔ اسی قسم کا فتنہ قسطنطنیہ کے جاہلوں نے ان آیات اور

احادیث کی تاویلیں کیں جو اہلبیت کی شان میں آئی ہیں جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ یہ لوگ اچھی طرح گمراہ ہو جائیں تو انہیں حکیم ترمذی کی کتاب نوادر الاصول مل گئی اس کتاب میں آیت کریمہ اِنّما یُرِیدُ اللّٰہُ، اور احادیث کے بارے میں علماء کے خلاف اقوال بیان کیے اور حکیم ترمذی کا بیان ہے کہ آیت تطہیر ازواج مطہرات حضورؐ کے لیے مخصوص ہے۔ اس سے زیادہ ان کا یہ دعویٰ عجیب ہے کہ حدیث ثقلین میں اہلبیت سے مراد آئمہ اور فقہاء امت ہیں اور دوسری حدیث ہے متعلق کہ اہل زمین کے لئے امان ہیں وہ حضور کی اولاد نہیں بلکہ ابدال ہیں اور اہلبیت کی فضیلت کا انکار کرتے ہیں۔

یہ کتاب آئمہ اسلام کی کتابوں سے آل پاک کے فضائل میں ان کے جھوٹے اقوال کی رو میں تحریر کی گئی ہے۔

حضرت علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی نے اشرف المؤید لآل محمد کے عنوان سے یہ کتاب تحریر فرمائی تاکہ مسلمانوں کو فائدہ پہنچے۔ آیت اِنّما یُرِیدُ اللّٰہ اور حدیث تارک فیکم الثقلین کے بارے میں مفسر امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری اپنی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے اہلبیت محمد وہ چاہتا ہے کہ تم سے تمام برائیوں اور فحاشی کو دور کر دے اور اچھی طرح تم کو پاکیزہ فرما دے۔

ابوزید کی روایت کے مطابق رجس سے مراد شیطان ہے۔ امام نووی نے فرمایا کہ رجس کے معنی شک کے ہیں جبکہ بعض مفسرین نے رجس کے معنی عذاب اور گناہ بیان کیا ہے اس آیت کریمہ میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ اہلبیت سے کون لوگ مراد ہیں۔ کچھ مفسرین اس سے مراد آل عبا کو لیتے ہیں۔ ایک جماعت مفسرین بیان کرتی ہے کہ یہاں اہلبیت سے مراد حضور کی ازواج مطہرات ہیں۔ بے شک متعدد صحیح طریقوں سے ثابت ہے کہ رسول اللہ تشریف لائے اور حضرت علی و فاطمہ اور جناب حسنؑ و حسینؑ آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے جناب علی و فاطمہ کو اپنے سامنے بٹھا کر حضرات امام حسن و حسین کو زانو پر بٹھایا پھر ان کے اوپر چادر اوڑھا کر آیت کریمہ تلاوت فرمائی اور کہا یا اللہ یہ میرے اہلبیت ہیں تو ان سے رجس کو دور کر کے پاکیزہ فرما دے۔ جناب ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے چادر کا گوشہ اٹھا کر چاہا کہ داخل ہو جاؤں تو حضور نے ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا کہ تم ازواج نبی سے ہو اور خیر پر ہو۔

امام احمد بن حنبل اور طبرانی نے روایت کی ہے کہ حضور نے فرمایا کہ یہ آیت میرے علی و فاطمہ اور حسن حسین پانچوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ سے روایت ہے کہ جب فجر کی نماز

کے لئے حضور جاتے تھے اور جناب فاطمۃ الزہرا کے گھر سے گزرتے تو فرماتے بے شک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے رجس کو دور کر کے تمہیں خوب پاکیزہ کر دے۔

ابن عطیہ کہتے ہیں مجھ پر یہ ظاہر ہوا کہ اہلبیت سے ازواج خارج نہیں ہیں۔ اس آیت کریمہ میں جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا کی اولاد پاک کے تمام اشراف داخل ہیں اور قیامت تک وہ لوگ جو سلمان فارسی کی طرح ہیں غفران کے حکم میں داخل ہیں۔ پس یہ حضرت کے ساتھ محشور ہوں گے۔ اس پر اعتقاد رکھنا چاہیے کہ اہلبیت سے جو کچھ صادر ہوتا ہے۔ اللہ نے اسے ان سے معاف فرما دیا ہے۔ پس مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ ان کے ساتھ مذمت اور برائی کو ملائے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تطہیر فرما دی اور رجس کو ان سے دور کر دیا۔

ا۔ جمہور کا قول یہ ہے کہ بے شک یہ دونوں فریقین یعنی آل عبا اور ازواج مطہرات شامل ہیں۔

۲۔ حضرت ابو سعید خدری اور تابعین مجاہد اور قتادہ کا قول ہے کہ یہ آیت خاص طور پر آل عبا کے لئے ہے۔

۳۔ حضرت ابن عباس اور حضرت عکرمہ کا قول ہے کہ اس سے مراد ازواج مطہرات ہیں۔

۴۔ ابن جریر سے یہ روایت ہے کہ اہل بیت بنو ہاشم ہیں اور بیت

سے مراد نسب ہے۔ پس اس آیت میں حضرت عباسؑ آپ کے چچا اور ان کے بیٹے شامل ہیں۔

۵۔ خطیب شربینی کہتے ہیں کہ اس آیت میں رسول اکرم سے تعلق رکھنے والے تمام مردوں، عورتوں، ازواج، کنیزوں اور قریبیوں کو بھی لازمی شامل کیا جائے۔

اور جو شخص بھی حضورؐ سے زیادہ خصوصیت رکھنے والا اور زیادہ قریب ہے وہ اس امر کا زیادہ حقدار ہے۔

حدیث ثقلین

آیت کریمہ کے متعلق جو تحریر کیا گیا ہے کافی خیال کرتے ہوئے اب حدیث ثقلین اور دوسری آیت اور حدیث پر غور کرتے ہیں:

۱۔ حدیث ہے کہ انی تارک فیکھم الثقلین کتاب اللّٰہ و عتر یعنی میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں اللہ کی کتاب اور اپنی عترت۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں یزید بن حیان سے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضور اکرم نے کتاب اللہ کے بارے میں تاکید فرمائی ہے کہ مضبوطی سے تھام لو۔ اس کے بعد فرمایا اور میرے اہلبیت کا دامن تھام کر رکھنا میں اہلبیت کے بارے میں خدا سے ڈراتا ہوں۔ حصین نے زید سے دریافت کیا

کہ حضورؐ کے اہلبیت کون ہیں کیا آپؐ کی ازواج مطہرات اہلبیت سے نہیں؟ حضرت زید نے فرمایا آپؐ کی ازواج آپ کے اہلبیت ہیں لیکن اہل میں اہلبیت وہ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔ زید سے دریافت کیا کہ وہ کون ہیں انہوں نے فرمایا کہ آل علیؑ، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس جن پر صدقہ حرام ہے۔ مزید یہ پوچھا گیا کہ کیا آپ کی ازواج اہلبیت سے ہیں؟ زید نے کہا خدا کی قسم نہیں۔ بیوی ایک زمانے تک اپنے شوہر کے گھر رہتی ہے جب اس کو طلاق ہو جائے تو وہ اپنے باپ اور قبیلے کے پاس چلی جاتی ہے اس لئے اہلبیت آپؐ کے اصل اور عصبہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔

ثقل سے کیا مراد ہے

علماء کرام فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ اور اہلبیت دونوں کو ثقلین کہا گیا ہے۔ بلاشبہ دونوں ہی عظیم المرتبت ہیں۔ نہایہ ابن اثیر میں ہے کہ ثقل ہر عظیم اور نفیس چیز کو کہتے ہیں اس لئے دونوں کو ان کی تعظیم و توقیر کی وجہ سے ثقلین کہا گیا ہے۔ قاموس میں ہر محفوظ اور نفیس چیز کو ثقل کہا گیا ہے۔

جابر رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اے لوگو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر تم نے ان کا دامن تھام

کر رکھا تو کبھی تم گمراہ نہیں ہو گے۔

حضرت حذیفہ بن اسید غفاری سے روایت ہے کہ حجت الوداع سے واپسی پر ایک خطبہ میں رسالتمابؐ نے فرمایا:

"اے لوگو! مجھے لطیف و خبیر نے خبر دی ہے کہ ہر نبی کی عمر اس سے پہلے والے نبی کی عمر سے نصف کے برابر ہوتی ہے۔ میرا گمان ہے کہ مجھے عنقریب بلایا جائے گا اور میں لبیک کہوں گا اور میں حوض پر تم سے پہلے پہنچوں گا اور جب تم میرے پاس آؤ گے تو میں تم سے پوچھوں گا کہ تم نے ثقلین کے ساتھ کیا سلوک کیا دیکھو تم میرے بعد ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو"۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے:

"اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اس کی جو تم میں سے اولی الامر ہے"۔

ہمارے معاملات کا والی وہ شخص ہو سکتا ہے جو امور شریعت کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہؐ کے احکام کے مطابق جانتا ہو۔

حضور رسالتماب نے ان کی اتباع کی طرف جو اشارہ کیا وہ اس صورت میں ہے جب اس کا عنصر پاکیزہ ہو گا اور وہ امور شرعیہ کو خوب جانتا ہو گا۔ یہ بات قابل تسلیم نہیں کہ محض اہلبیت سے آئمہ سادات کے لئے ہے بلکہ یہ تمام عام و خاص اہلبیت کے لئے ہے۔ خواہ وہ اچھے ہوں یا برے امام ہوں یا ماموم کیونکہ حضورؐ

کا فرمان ہے کہ وہ کبھی متفرق نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض پر وارد ہوں۔

اس سے ظاہر ہے کہ یہ سب لوگ اپنے اعمال میں کتاب اللہ کے تمام اعمال کی پیروی کریں گے اور ان کا اللہ کی کتاب سے الگ نہ ہونا اس بات کی واضح دلیل ہے۔ رجس تمام گناہوں پر اور ان میں سے بدترین کفر ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضورؐ کے اہلبیت طاہر و پاکیزہ ہیں۔

امام قرطبی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ کی رضا کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے اہلبیت میں سے کوئی شخص بھی جہنم میں نہیں جائے گا۔ حضورؐ نے فرمایا بے شک فاطمہ نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد پر آگ کو حرام کر دیا۔

حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تبارک تعالیٰ سے سوال کیا کہ میرے اہلبیت میں سے کسی کو بھی آگ میں نہ ڈالا جائے تو اللہ نے میری دعا قبول کر لی۔ اس مقام پر ایک دلیل ہے جو رسول اللہ کے اس فرمان سے مجھ پر ظاہر ہوئی کہ آپ نے فرمایا قیامت کے دن ہر سبب اور ہر نسب منقطع ہو جائے گا مگر میرا سبب اور نسب نہیں منقطع ہو گا۔ کیونکہ سبب اور نسب کا سب سے بڑا قطع کرنے والا کفر ہے

جو اس بات کی دلیل ہے کہ اہلبیت یقیناً کبھی دین سے الگ نہیں ہوں گے۔

حضورؐ کا فرمان ہے کہ بے شک میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر تم ان سے تمسک کرتے رہے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے ایک اللہ کی کتاب دوسری میری عترت اور اہلبیت۔

تمسک کرنے کا مطلب اس کے احکام پر عمل کرتے ہوئے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھنا ہے جبکہ عترت اور اہلبیت سے تمسک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ محبت و عنایت سے پیش آیا جائے۔

ان کی تعظیم کی جائے اور یہ حکم اہلبیت کے تمام اچھے اور بُرے افراد کے لئے ہے۔ اہلبیت کے معاملے میں خدا سے ڈرو اور نصیحت کے طور پر دو بار تائید فرمائی کہ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔ آپ نے اہلبیت کا ذکر کرتے ہوئے کسی فرد واحد کی تخصیص نہیں فرمائی بلکہ یہ حکم اہلبیت کے ہر فرد کے لئے ہے۔

جب زید بن الارقم کے اس قول پر نظر کریں کہ جب حضرت حسین نے ان سے پوچھا کہ اہلبیت کون ہیں تو انہوں نے فرمایا جن پر صدقہ لینا حرام ہے۔ اپنی عترتِ اہلبیت کی تعظیم کرنے کا حکم تمام دوسرے لوگوں کو فرمایا ہے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ "میرے اہلبیت میری امت کے لئے

امان ہیں"۔ اس حدیث کی شروح میں کہا گیا ہے کہ اہلبیت وہ ہیں جو حضورؐ کے بعد آپ کے طریقے پر رہے اور وہ صدیقین اور ابدال ہیں۔

اور اس حدیث کو آپ کے اہلبیت نسبی پر محمول نہیں کیا جا سکتا کیونکہ حدیث میں آیا ہے جب میرے اہلبیت چلے جائیں گے تو میری امت پر وعدہ کئے گئے عذاب نازل ہوں گے۔ تو یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ آپ کے اہلبیت سب کے سب ختم ہو جائیں اور ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہے۔ جبکہ وہ بے شمار اور کثیر تعداد میں ہیں ان پر اللہ کی برکتیں اور رحمتیں ہیں۔ بے شک رسول اللہ نے فرمایا تمام سبب اور نسب منقطع ہو جائیں گے مگر میرا سبب اور نسب منقطع نہیں ہوگا۔

حضرات اہلبیت علیہم السلام کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ شروع زمانہ کی اصطلاح میں لفظ اشراف کا اطلاق تمام اہلبیت پر ہوتا تھا بعد ازاں یہ لفظ صرف حسنیوں اور حسینیوں کے لئے مخصوص ہو گیا۔ یہ لفظ جب مصر میں فاطمین کی حکومت قائم ہوئی تب حسنیوں اور حسینیوں کے لئے مخصوص ہوا اور اب تک یہی صورت ہے۔ حجاز کے اکثر ملکوں میں حسنیوں اور حسینیوں پر بطور خاص لفظ سید استعمال ہوتا ہے۔

اہلبیت کرام علیہم السلام کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ نقیب

اُن ہی میں سے بنائے جاتے ہیں۔ نقیب سردار کو کہتے ہیں۔ اُن کے لئے نقابت اس لئے ہے کہ کوئی ایسا شخص جو اُن کا کفو نہ ہو اور نہ ہی بزرگی میں اُن کے برابر ہو اُن کا سردار مقرر ہو چنانچہ نقیب یا سردار کے مندرجہ ذیل فرائض ہیں:

۱۔ اُن لوگوں کے انساب معلوم کرنا جو سید نہیں مگر سادات میں شامل ہو گئے ہوں۔

۲۔ سادات کے انساب اور خاندانوں کی پہچان رکھنا۔

۳۔ سادات کو وہ آداب سکھانا جو اُن کے شرف و عظمت کے لائق ہو۔ وہ عظمت و حرمت جو حضورؐ سے انہیں حاصل ہوئی ہے محفوظ رہے۔

۴۔ سادات کو بری باتوں سے منع کرنا۔ اُن کو گناہ اور حرام کام سے باز رکھنا تاکہ لوگ اُن پر انگشت نمائی نہ کریں۔

۵۔ سادات کے حقوق کا تحفظ کیا جائے۔

۶۔ سادات کی خواتین کو غیر کفو میں مناکحت سے روکا جائے کیونکہ یہ افضل ہیں۔

۷۔ سادات کے بزرگوں کی حفاظت اور ان کے بچوں کی تربیت و پرورش کی جائے۔

۸۔ سادات کے مابین اختلافات کو دور کیا جائے۔

۹۔ سادات کے یتیموں کا اور اُن کے مال کا تحفظ کیا جائے۔

مصر کے بادشاہ اشرف شعبان بن حسین نے ۷۷۳ھ میں حسنی اور حسینی سادات کو دوسرے لوگوں سے پہچانے جانے کی خاطر سبز عمامہ مقرر کر دیا تھا مگر بعد میں سب لوگ سبز عمامہ پہننے لگے۔ "نشانی اُن لوگوں کے لئے ہوتی ہے جو مشہور نہ ہوں۔ سادات کے چہرہ سے تو نور نبوت چمک رہا ہے جو سید کو سبز عمامہ سے بے نیاز کر دیتا ہے۔" یہ ترجمہ ہے عبداللہ اندلسی کے اشعار کا۔ اسی طرح شمس الدین محمد بن ابراہیم دمشقی نے بھی اشعار کہے ہیں۔ عمامہ کے لئے سبز رنگ ہی کیوں پسند کیا گیا اس کا سبب یہ ہے کہ یہ رنگ تمام رنگوں سے افضل ہے دوسرے یہ حضورؐ نے اس رنگ کا جبہ مبارک پہنا تھا تیسرے یہ کہ اہل بہشت کا لباس سبز رنگ کا ہوگا۔ بہرصورت سبز رنگ کا لباس پہننے سے شرعاً منع نہیں ہے۔ انسان کا مدار نسب پر ہے نہ کہ لباس پر۔ علامہ صبان فرماتے ہیں کہ اشراف کو سبز دستار پہننا مستحب ہے جبکہ دوسروں کو اس سے گریز کرنا چاہئے کیونکہ اس سے دوسرے نسب سے منسوب ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ جو نا جائز ہے۔

اشراف کا نسب مضبوط ہے اور یہ لوگ القاب یا لباس کے محتاج نہیں ہیں۔

۱۰۔ سادات کی خواتین کے نکاح و بیاہ کا انتظام کیا جائے۔

متذکرہ بالا باتیں امام ماوردیؒ کی کتاب احکام سلطانیہ کا

خلاصہ ہیں۔ ماضی میں سادات کرام کے نقبا اور سردار صرف وہ لوگ ہوا کرتے تھے جو ان اوصاف کے حامل ہوتے تھے۔ اب اس زمانے میں نہ تو کوئی شخص سادات کی بات سنتا ہے اور نہ ہی اُن کی عزت واحترام کرتا ہے۔

قرآن مجید کی آیت تطہیر کہ بے شک اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ اے اہلبیت تم سے رجس کو دور رکھے اور تمہیں پاک رکھنے کے تحت اگر اہلبیت کرام میں سے کوئی شخص گنہگار ہو تب بھی اس کی توقیر و عزت کی جائے اور یقین رکھنا چاہئے کہ اس کا گناہ بخش دیا جائے گا اور اسے موت سے پہلے توبہ نصیب ہو گی۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

''اے بنی عبدالمطلب میں نے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں کا سوال کیا ہے (۱) تمہیں دین پر اثبات حاصل ہو (۲) تمہارے گمراہ لوگ ہدایت پا جائیں (۳) تمہارے بے علم لوگ عالم ہو جائیں۔

یہ بھی حدیث ہے کہ ''فاطمہ سلام اللہ علیہا نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد پر آگ کو حرام کر دیا''۔

اہلبیت کرام کے گنہگار افراد کا اکرام گناہوں کی بنا پر نہیں بلکہ اُن کے نسب اور پاکیزہ عنصر کی وجہ سے ہے جو اُن میں سے غیر صالح افراد میں بھی اسی طرح ہے جس طرح صالح افراد میں

ہے کیونکہ گناہ نسب میں خلل نہیں ڈالتا البتہ اس سے اُن کی بلند شان داغدار ہو جائے گی۔

علامہ ابن حجر مکیؒ اپنے فتاویٰ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اہلبیت نبوی اور بیتؑ کی طرف نسبت رکھنے والا کبائر عدم دیانت اور بے احتیاطی کا مرتکب ہو کر بھی اس نسبت سے خارج نہیں ہوتا جیسے کہ نافرمان بیٹا وراثت سے محروم نہیں ہوتا البتہ اگر کافر ہو جائے تو محروم ہو جائے گا۔ اولاد اہلبیت یعنی سادات کرام سے کفر کا واقع ہونا ناممکن و محال ہے کیونکہ آیت تطہیر اور احادیث کی بنا پر ان کا جنت میں جانا ثابت ہے اور قیامت کے دن ان کا نسب منقطع نہیں ہوگا۔ اس لئے ان سے کفر ہرگز ہرگز واقع نہیں ہو سکتا۔

اس لئے مسلمانوں پر لازم ہے کہ سادات کا احترام کریں۔ احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ اہلبیت اطہار اور ان کی اولاد زمین کے لئے امان ہیں۔ اہلبیت اطہار کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ حضور رسالتمآبؐ کی دختر جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی اولاد ہونے کے باوجود رسول اللہؐ کے بیٹے شمار کئے جاتے ہیں اور نسبت صحیحہ سے حضورؐ سے منسوب ہیں۔ اہلبیت اطہار کی محبت عمر کو طویل اور قیامت کے دن اُن کے چہروں کو منور کرے گی عمر زیادہ ہونے سے مراد برکت ہے جس میں نیکیوں کی کثرت اور برائیوں کی کمی ہو جاتی ہے۔ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا حضور رسالتمآبؐ کے بعد

سب سے افضل ہیں۔ آپ کی ناراضگی خدا و رسول کی ناراضگی ہے۔ آپ تمام عورتوں کی سردار ہیں۔ آپ کے برابر کوئی نہیں۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حضورؐ کی ازواج پر آپ کی صاحبزادیوں کو فضیلت ہے الغرض جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے فضائل بکثرت بیان کئے گئے ہیں چونکہ بنی امیہ تنقیص کرتے ہیں اور اُن کو مٹانا چاہتے تھے لیکن ان کا چرچا اور زیادہ ہوتا تھا۔

سادات کی تعظیم

یہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی آل اور اولاد ہر قسم کے رجس سے پاک و پاکیزہ اور قابل تعظیم ہیں۔ سید عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو احسانات فرمائے ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ میں سادات کرام کی بہت زیادہ تعظیم و تکریم کرتا ہوں خواہ لوگوں کے نزدیک اُن کا نسب مطعون ہی کیوں نہ ہو میں ان کی تعظیم کو اپنے اوپر اُن کا حق سمجھتا ہوں۔ یہاں تک کہ ہم میں سے کوئی بھی اُن کے برابر یا اُن کے سامنے اُن کی طرح نہیں بیٹھتا۔ ہم خاندان اہلبیت کی کسی بیوہ سے نکاح نہیں کرتے۔ البتہ اگر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ میں سیدہ کے حق ادا کرسکتا ہوں تو ایسا شخص اُن کے بعد کسی دوسری عورت سے نکاح نہیں کرسکتا۔ اُن کی جائز خواہش کو

پورا کرنے کے پابند ہوں گے۔ اگر وہ کھڑی ہوں تو ہم اُن کے جوتے سیدھے کریں۔ جب وہ آئیں تو ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوں کیونکہ حضورؐ کی اولاد اور جگر کا ٹکڑا ہیں۔

اسی طرح ہم کسی سیدزادی کے جسم کی طرف نگاہ نہ اٹھائیں جب وہ ہمارے سامنے سے گزریں تو اُن کے پاجامے کی طرف نہ دیکھیں کیونکہ ایسا کرنا حضورؐ کی ناراضگی کا باعث ہے۔ علامہ موصوف اپنی تصنیف مجرالموردو فی مواثیق العهود میں فرماتے ہیں کہ "ہم سے وعدہ لیا گیا ہے کہ ہم کسی سیدزادی سے نکاح نہ کریں اور خود کو اُن کا خادم تصور کریں۔ آگے چل کر علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ ہماری بیٹی یا بہن کا رشتہ اگر کوئی سیدزادہ جس کے پاس سوائے مہر کی رقم کے اور کچھ نہ ہو طلب کرے تو ہمیں چاہئے کہ رشتہ قبول کریں۔ فقر عیب نہیں بلکہ شرف اور بزرگی ہے کیونکہ حضورؐ نے فقر کی آرزو فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ اے اللہ آلِ محمد کو اتنا رزق عطا فرما جس سے صبح و شام کا گذارا ہو سکے اور باقی نہ بچے۔

ایسے ہی ہم نے وعدہ لیا گیا ہے کہ اگر کوئی سیدزادہ یا سیدزادی سوال کرے تو اپنی استطاعت کے مطابق انہیں پیش کریں۔ علامہ موصوف نے اپنی سیرت کی کتاب میں تخریج فرمائی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میرے اہلبیت کے بارے میں خیر و بھلائی

کی تلقین کرو کیونکہ قیامت کے دن میں اپنی اولاد کے بارے میں تم سے جھگڑا کروں گا اللہ تعالیٰ لڑے گا اور جس سے وہ جھگڑا کرے گا اُسے جہنم میں ڈال دے گا۔

طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخریج کی ہے کہ ''بنی ہاشم اور انصار سے بغض کفر اور عرب سے منافقت ہے۔ طبرانی نے اوسط میں حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ سے روایت بیان کی ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ ''میرے اہلبیت سے بغض رکھنے والا قیامت کے دن یہودی اٹھایا جائے گا'' وہ منافق ہے اور اس پر جنت حرام ہے۔

اہلبیت اطہار کی عظمت

حافظ ابن حجر عسقلانی سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ حضرت امام حسینؑ تشریف لائے اور منبر پر چڑھ کر فرمایا کہ میرے باپ کے منبر سے اتر جائیں اور اپنے باپ کے منبر کی طرف جائیں حضرت عمرؓ نے کہا کہ میرے باپ کا کوئی منبر نہیں اور مجھے اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے اور کہا کہ کبھی کبھار تشریف لے آیا کریں۔

ابوالفرج اصفہانی روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن حسین بن امام حسن علیہ السلام جناب عمر بن عبدالعزیز کے پاس

تشریف لے گئے۔ آپ کی عمر کم تھی جناب عمر بن عبدالعزیز نے انہیں اونچی جگہ پر بٹھایا۔ ان کی ضرورت کو پورا کیا اور کہا کہ مجھے شفاعت کے وقت یاد فرمالیجئے گا۔

حضرت عبداللہ بن حسن فرماتے ہیں کہ میں ایک کام سے جناب عمر بن عبدالعزیز کے پاس گیا تو انہوں نے کہا آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو کسی کو بھیج دیا کریں مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے کہ آپ میرے دروازہ پر تشریف لائیں۔

شیخ الاکبر سیدی محی الدین ابن عربی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حج کے شوق میں ایک قافلہ کے ساتھ جانے کا ارادہ کیا اور پانچ سو دینار لے کر حج کا سامان خریدنے بازار گیا وہاں پر ایک خاتون نے کہا کہ میں سید زادی ہوں میری بچیوں کے پاس چادریں نہیں ہیں اور ہم چار روز سے بھوکے ہیں۔ میں نے وہ پانچ سو درہم اس معظمہ کو دے دیئے۔ جب قافلہ کے لوگ واپس آئے تو میں ان کو سلام کرنے کے لئے گیا۔ میں جس کو ملتا وہ مجھے حج کی مبارکباد دیتا میں تعجب کرتا۔ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا وہ فرماتے ہیں کہ تو تعجب نہ کر تو نے جب ضرورت مند کی ضرورت پوری کی تو ہم نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے تیری صورت پر ایک فرشتہ مقرر فرما دیا جو ہر سال تیری طرف سے حج کیا کرے گا۔

شیخ زین الدین عبدالرحمٰن خلال بغدادی سے روایت ہے کہ تیمور لنگ پر جب مرض الموت کا حملہ ہوا تو اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا بعدازاں جب اسے افاقہ ہوا تو لوگوں نے اس صورت حال کا ذکر کیا اس نے کہا کہ میری طرف عذاب کے فرشتے آئے تھے پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے اور فرشتوں کو فرمایا کہ چلے جاؤ یہ میری اولاد سے محبت کرتا ہے۔ فرشتے چلے گئے۔

عراق کا ایک امیر سادات کی بے حد تعظیم کیا کرتا تھا۔ انہیں صدر میں بٹھاتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک بلند مرتبہ عالم دین اس کی مجلس میں تشریف رکھتے تھے۔ ایک سید تشریف لائے اور اونچی جگہ پر بیٹھ گئے۔ عالم دین کو سخت ناگوار گزرا اور سخت فقرہ کہا۔ امیر نے دریافت کیا کہ اس کا کوئی بیٹا علم حاصل کر رہا ہے اس نے کہا ہاں امیر نے کہا تم نے اس کے نسب و شرف کا بندوبست کیوں نہیں کیا جس سے وہ رسول اللہ کی اولاد بن جاتا۔ عالم نے کہا کہ تعلیم و تربیت سے یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوتا یہ تو عنایت الٰہی ہے۔ امیر نے کہا کہ اے خبیث جب تجھے یہ بات معلوم ہے تو پھر سید کے بلند جگہ پر بیٹھنے سے کیوں بیزار ہوا اس عالم کو اپنی مجلس سے نکال دیا۔

اہلبیت کرام کے گنہگار افراد کا اکرام گناہوں کی بنا پر نہیں بلکہ اُن کے نسب اور پاکیزہ عنصر کی وجہ سے ہے۔ شرف نسبت اور پاکیزگی اُن کے غیر صالح افراد میں ہے اور کسی کا گناہ اسے

رسالتمآبؐ کے بیت نبوت سے خارج نہیں کر دیتا چونکہ یہ غیر معصوم نہیں اس لئے گناہ نسب میں خلل انداز نہیں ہوتا۔ تاہم اُن بلند شان پر داغ لگ جاتا ہے۔ علامہ حجر مکی اپنے فتاویٰ کے اختتام پر فرماتے ہیں ''اہلبیت نبوی اور سر علوی کی طرف نسبت رکھنے والا کبائر عدم دیانت اور بے احتیاطی کا مرتکب ہو کر بھی اس نسبت سے خارج نہیں ہوتا۔ جیسا کہ نافرمان بیٹا وراثت سے محروم نہیں ہوتا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے نسبت رکھنے والے کسی شخص سے حقیقی کفر واقع نہیں ہو سکتا۔

بہر کیف یہ امر اُن حضرات کے لئے ہے جن کا اہل سادات سے ہونا یقینی ہے۔ اگر کسی سید کا سید ہونا مشکوک ہو اور اس کا نسب شرعاً مان لیا گیا ہو تو ہر شخص پر اس کی تعظیم فرض ہے۔ آیت تطہیر اور احادیث یہ بتاتی ہیں کہ اہلبیت رسولؐ جنت میں جائیں گے اور قیامت کے دن ان سے نسب منقطع نہیں ہوگا۔

عظمت آلِ عبا

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بلندی کمال اور قرب خدا میں نہ تو کوئی ملک مقرب آپ تک پہنچا اور نہ ہی کوئی نبی مرسل۔ طبرانی میں روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے جناب رسالتمآب سے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو ہم میں سے کون زیادہ محبوب ہے میں یا فاطمہ۔ حضور نے فرمایا مجھے تجھ سے زیادہ

محبوب ہے اور تو مجھے اس سے زیادہ عزیز ہے۔ صحابہ کی کثیر تعداد نے روایت کی ہے کہ سر جھکا دو آنکھیں نیچی کر لو فاطمہ بنت محمد پل صراط سے جنت کی طرف گزر رہی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ابن حبان نے کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سوا کسی کو فاطمہ سے افضل نہیں دیکھا۔ حضرت علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ فاطمہ کی ناراضگی خدا کی ناراضگی ہے۔ آپ تمام عورتوں کی سردار ہیں۔ وہ انسانی حور ہیں۔

آل عبا علیہم السلام کی اتنی عظمت اور فضائل ہیں کہ ان کو بیان کیا جائے تو کتاب ہذا نہایت ضخیم ہو جائے گی۔ قارئین دوسری کتابوں کا مطالعہ فرما سکتے ہیں۔ ان کے زیادہ فضائل کثرت کے ساتھ نقل ہونے کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ بنی امیہ ان کی تنقیص کرتے تھے اس لئے صحابہ کرام میں سے جس کسی کے پاس فضائل کی بات ہوتی تھی تو وہ بیان کر دیتا تھا اور جس قدر مٹانا چاہا اس سے زیادہ اس کا چرچا ہوتا۔

سب سے پہلے اسلام کون لایا؟

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ حضرت علی سب سے پہلے اسلام لائے۔ آپ کی تربیت حضور کی آغوش رحمت میں ہوئی۔ آپ کا عقد جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا سے فرمایا۔ ہر جنگ میں آپ ہی

کے ہاتھ میں پرچم ہوتا۔ حضور نے صحابہ کے درمیان بھائی چارہ کیا تو اپنے لئے حضرت علی کو بھائی فرمایا۔ حافظ صاحب موصوف الاصابہ میں بیان کرتے ہیں کہ بعض لوگوں نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ ہم آپ کے بعد کس کو امیر بنائیں؟ آپ نے فرمایا اگر ابوبکرؓ کو بناؤ گے تو وہ امانت دار دنیا سے بے رغبتی رکھنے والے ہیں۔ اگر تم علی کو امیر بناؤ گے تو انہیں ہادی ومہدی پاؤ گے اور وہ تمہیں صراط مستقیم پر لے جائیں گے۔ مگر تم ایسا نہیں کرو گے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ علم کے دس حصوں میں سے نو حصے حضرت علی کو دیئے گئے اور دسواں حصہ لوگوں کو دیا گیا جس میں بھی حضرت علی شریک ہیں۔

حضرت علی کی شہادت پر امیر معاویہ نے کہا کہ ابن ابی طالب کی موت سے فقہ اور علم ختم ہو گئے۔ حضرت علیؑ کے ایک ساتھی ضرار صدائی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ معاویہ نے مجھ سے علی کے اوصاف بیان کرنے کو کہا۔ میں نے معذرت چاہی۔ انہوں نے حکم دیا بیان کرو تو میں نے کہا:

خدا کی قسم حضرت علی عظیم المرتبت اور زبردست قوتوں کے مالک تھے۔ وہ دوٹوک فیصلہ کرتے علم کے دھارے پھوٹتے۔ دنیا اور اس کی آرائش سے ان کو وحشت ہوتی تھی وہ رات اور اس کی تنہائی سے مانوس ہوتے۔ بہت زیادہ روتے اور طویل فکر کرتے۔

ایسا لباس پسند فرماتے جو مختصر ہو ایسا کھانا کھاتے جو زم نہ ہو۔ ہم اُن کے قریب رہتے مگر ہم اُن کی ہیبت کی وجہ سے اُن کے سامنے بات نہ کر سکتے تھے۔ میں نے انہیں رات کی تاریکی میں دیکھا کہ وہ اپنی داڑھی پکڑ کے فرماتے اے دنیا تو مجھ سے دور ہو جا اور کسی اور کو فریب دے میں نے تجھے تین بار طلاق دے رکھی ہے۔ اے دنیا تیری عمر کم اور خطرات بے وقعت ہیں افسوس سفر دور۔ راستہ وحشت انگیز اور زادِ راہ قلیل ہے۔

فضائل حضرات حسنین علیہم السلام

جناب معاویہ رضی اللہ یہ سن کر بہت روئے اور کہا کہ حقیقتاً وہ ایسے ہی تھے۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے تمام بچوں کے نام حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھے۔ کبھی پشت پر کبھی زانو پر بٹھاتے اگر حالت نماز میں پشت پر سوار ہو جاتے تو سجدہ کو طول دیتے تھے۔ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ میں اپنے دونوں بچوں کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ دونوں آپ کے بیٹے ہیں انہیں اپنی وراثت سے کچھ عطا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ حسنؑ کے لئے میری ہیبت اور حسینؑ کے لئے میری جرأت وسخاوت ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ اے محبوب آپ فرمادیں میں تم سے تبلیغ کا کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے

اس کے کہ میرے اقربا سے محبت کرو۔ جلال الدین سیوطی تفسیر در منشور میں اس آیت کی تفسیر میں جناب ابن عباس سے روایت بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا: کہ آپ کے اقربا جن کی مودت ہم پر واجب کی گئی ہے کون ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ علی و فاطمہ اور اُن کے بیٹے۔

ہم نے فضائل اہلبیت علیہم السلام دیکھے اور اُن کے اکرام اور مرتبہ پر غور کیا۔ تو کسی مسلمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اُن کے کسی فعل پر اُن کی مذمت کرے کیونکہ اللہ نے انہیں پاک قرار دیا ہے اور اُن کی محبت واجب قرار دی ہے۔

اب ہم ایک حکایت بیان کرتے ہیں جس سے عظمت سادات معلوم ہوگی۔

آقا سید محمد باقری مرحوم آیت اللہ حاج میرزا مہدی اصفہانی غروی کے شاگردوں میں سے تھے وہ کئی سالوں سے سل کے مرض میں مبتلا تھے۔ ایک دن میں نے ان کو بالکل صحت یاب دیکھا میں نے دریافت کیا تو انہوں نے بیان کیا کہ ایک دن مجھے بہت زیادہ خون آیا۔ ڈاکٹروں نے مایوس کر دیا تھا۔ میں اپنے استاد غروی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی حالت بیان کی۔ انہوں نے فرمایا کہ تو کیا سید نہیں ہے جو اپنے آباؤ اجداد سے شفا حاصل کرنے کے لئے نہیں دعا کرتا اور حضرت بقیۃ اللہ کی خدمت میں اپنی حاجت

بیان نہیں کرتا۔ کیا تو نے دعائے توسل نہیں پڑھی جس میں فرمایا گیا ہے کہ یا مَنِ اِسْمُهٗ دَوآو وذکرہ شفآءٌ ترجمہ: (اے وہ ذات جس کا نام دوا ہے اور اسی کا ذکر شفا ہے) اگر تو مسلمان ہے، سید ہے اور شیعہ ہے تو تجھے حضرت امام زمانہ علیہ السلام سے شفا طلب کرنا چاہیے۔ میں رونے لگا اور یا حجت ابن الحسن اور کہتا ہوا صحن مقدس حضرت امام علی رضا میں پہنچا جہاں چند افراد نظر آئے اُن کے آگے ایک سردار تھا میں سمجھ گیا کہ یہی حضرت بقیۃ اللہ ہیں کیوں نہ ان سے شفا طلب کروں جونہی میرے دل میں یہ خیال آیا آنحضرت میری طرف متوجہ ہوئے۔ مجھے پسینہ آ گیا۔ صحن مقدس خالی ہو گیا اسی دوران میں اپنی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ میرا مرض باقی نہ رہا۔ اس طرح میں شفایاب ہوا۔

اگر اہل علم اور سادات آنحضرت کی طرف توجہ کریں چونکہ سادات اور اہل علم آنحضرت کے نزدیک ترین ہیں تو آنحضرت زیادہ توجہ فرمائیں گے اور اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو مورد غضب ہوں گے۔

حافظ ابن حجر نے الاصابہ کتاب میں حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی ہے کہ بعض لوگوں نے حضور سے دریافت کیا کہ ہم آپ کے بعد کسی کو امیر بنائیں؟ حضورؐ نے فرمایا اگر ابوبکر رضی اللہ کو بناؤ گے تو وہ امانت دار اور دنیا سے بے

رغبتی رکھنے والے ہیں۔ اگر تم علی کو امیر بناؤ گے تو انہیں ہادی و مہدی پاؤ گے اور وہ تمہیں صراط مستقیم پر لے جائیں گے مگر تم ایسا نہیں کرو گے۔

یہ حدیث کتنی درست ثابت ہوئی تاریخ کے صفحات اُن واقعات اور حالات سے بھرے ہوئے ہیں اگر اُن کا تذکرہ کیا جائے تو اس کے لئے ایک ضخیم کتاب درکار ہو گی۔ سادات نے واقعہ کربلا کے بعد بنی امیہ اور بنی عباس کے دوران حکومت میں وہ تکالیف برداشت کی ہیں کہ الامان اور الحفیظ ان کے بیان سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دل کانپ جاتے ہیں اور آنکھوں سے آنسو بند ہی نہیں ہوتے۔ حضرت امام حسینؑ کی شہادت کا یہ نتیجہ نکلا کہ مسلمانوں میں قوت احساس اور جرأت اظہار پیدا ہو چکا تھا تو پھر حکومت یا سلطنت کے خلاف انقلاب کا رونما ہونا ضروری ہو گیا۔ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ مسلمانوں کے خاص مرکز تھے۔ مدینہ بنی ہاشم کا شہر تھا جن میں سے جناب ابوطالب کی اکثر اولاد حضرت امام حسینؑ کے ساتھ جا چکی تھی مگر خاندان کے دیگر افراد مدینہ ہی میں رہ گئے تھے جن میں محمد بن حنفیہ اور عبداللہ بن جعفر اور خواتین میں سے بھی کئی باقی رہ گئی تھیں۔ شہادت امام حسینؑ نے جو بیداری پیدا کی اس کے نتیجے میں مدینہ والوں میں بے چینی پیدا ہوئی جن کی سرکوبی کے لئے یزید نے فوج بھیجی اور حکم دیا کہ قتل

پانے کے بعد مدینہ کو تین دن کیلئے مباح سمجھ لیتا یعنی قتل و غارت اور لوٹ مار مزارات کی مسماری اور عورتوں سے بدکاری مباح قرار دی گئی۔

یزیدی افواج کی آمد سے پہلے ہی حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے اہل و عیال، خواتین اور دیگر متعلقین کے ہمراہ مدینہ چھوڑ کر اپنے گاؤں چلے گئے تھے جو ایک محفوظ جگہ تھی اس کا نام "ینبع" تھا۔

بیبیاں پاک دامن

لاہور کی تاریخی عمارتوں اور مقبروں میں قدیم ترین بیبیاں پاک دامن کے مزارات ہیں جہاں حضرت علی علیہ السلام کی دختر اور حضرت عباس علمدار کی بہن جناب رقیہ سلام اللہ علیہا جو زوجہ جناب مسلم ابن عقیل تھیں کا روضہ اقدس ہے اور ان معصومہ کے ساتھ حضرت عقیل ابن ابی طالب علیہ السلام کی پانچ بیٹیاں بھی یہیں دفن ہیں۔ یہ مخدرات عصمت سرزمین عرب سے لاہور کب اور کیسے پہنچیں اس سوال کا جواب لاہور کی تاریخوں اور تذکروں میں جو روایات درج ہیں وہ برصغیر پاکستان و ہند میں مسلمانوں کی آمد سے بتیس سال پہلے کا ایک واقعہ ہے۔ جو تقریباً ۶۸۱ء کے زمانہ سے تعلق رکھتا ہے جبکہ ہندوستان میں ہندوؤں کا راج تھا۔

سندھ کے راستے مسلمانوں کی آمد ۱۲ ہجری میں شروع ہوئی۔

واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ لاہور میں جہاں بیبیاں پاک دامن کا روضہ ہے وہاں ایک ٹیلہ تھا جس کے چاروں طرف جنگل تھا اس کے قریب آبادی تھی یہاں ہندو راجہ برماتری یا مہابرن حاکم تھا یہ بت پرست تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اچانک مندروں کی مورتیاں گر گئیں اور آگ بجھ گئی کہرام مچ گیا منتریوں کو بلایا جنہوں نے بتایا کہ کچھ پردیسی آئے ہیں جو اس ٹیلہ پر ہیں جن کی وجہ سے ایسا ہوا۔ راجہ نے ان کو پکڑنے کے لئے سپاہی بھیجے انہوں نے دیکھا کہ کچھ عورتیں چادروں سے منہ چھپائے بیٹھی ہیں۔ ان کے ساتھ چار محافظ بھی ہیں۔ سپاہیوں نے ان کو گھیر لیا لیکن نہ لے جا سکے اور راجہ کو جا کر بتایا۔ اس نے اپنے بیٹے بکرماسہائے کو بھیجا کہ گرفتار کر کے لائے۔ جب وہ پہنچا اور راجہ کا حکم سنایا ان بیبیوں کی سردار نے بکرماسہائے کی زبان میں بتایا کہ "ہم لوگ خدا کے بندے ہیں رسول پاکؐ کی آل ہیں کربلا میں رسول کا نواسہ شہید کر دیا گیا ہم مدینہ نہ جا سکے بے وطن ہو کر یہاں پہنچے ہیں۔ ہمیں پناہ لینے دو۔ ان بی بی کو اپنی زبان میں بات کرتے سن کر راج کمار حیران ہوا۔ مزید پتہ کرنے پر معلوم ہوا کہ سردار بی بی کا نام رقیہ بنت علیؑ ہے اور ان کے ساتھ عقیل ابن ابی طالب کی پانچ بیٹیاں ہیں۔ ایک کنیز (بائی تورئی) ہے اور چار محافظ ہیں۔ وہ انہیں راجہ

کے پاس لے جانے کے لئے آیا ہے۔ سردار بی بی صاحبہ نے غصہ کی نظر سے اُسے دیکھا تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا اس کے سپاہیوں نے انہیں گرفتار کرنا چاہا تو اُن مخدرات نے دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے اچانک زمین شگافتہ ہوئی اور وہ بیبیاں اور اُن کے محافظ سب زمین میں سما گئے۔ سب لوگ خوفزدہ ہو گئے اور پیچھے ہٹ گئے۔ راج کمار نے جب یہ دیکھا تو بجائے واپس جانے کے اُن پردیسی بیبیوں کی مجاوری اختیار کر لی اور اسلام قبول کر لیا۔ راجہ نے اپنے بیٹے کو بہت سمجھایا لیکن وہ وہاں سے نہیں گیا۔ وہاں جھاڑو دیتا خدا کی عبادت کرتا اس نے اُن بیبیوں کی قبروں کے نشانات بنائے۔ کہا جاتا ہے کہ سردار بی بی صاحبہ اس سے گفتگو کیا کرتی تھیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ جلیہم جاٹوں کا ایک قبیلہ اس کے نواح میں آ کر ٹھہرا جو بت پرست تھا اس کے سردار کا نام بالو تھا اس کی ایک لڑکی حسین و جمیل تھی جو لولی تھی اس کی شادی نہ ہو سکتی تھی اس کا باپ راج کمار کی خدمت میں آیا تاکہ اپنی بیٹی کے لئے اس سے دعا کرائے۔ اس نے کہا کہ اس کی بیٹی کو وہ اپنے قدموں میں رہنے دے۔ راجکمار نے کہا کہ میں بی بی صاحبہ کے حکم کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا چنانچہ اس نے مزار پر جا کر عرض کیا تو ہدایت ہوئی کہ اس لڑکی کو مسلمان کر کے نکاح کر لے اس نے بالو جاٹ کو بتا دیا وہ خوش ہوا اور قبول کر لیا۔ اب بی بی پاک کی کرامت کا ظہور

اس طرح ہوا کہ راجکمار نے نکاح کرنے کے بعد اُسے مزار پر لا کر بٹھا دیا اور لڑکی نے حکم کی تعمیل کر دی۔ رات کو خدا نے اس لڑکی کا مقدر روشن کر دیا وہ بالکل ٹھیک ہو گئی اور اس کا حسن دوبالا ہو گیا۔ جب اس کے باپ اور قبیلہ والوں نے دیکھا تو انہوں نے دین اسلام اختیار کر لیا۔ راجکمار کا اسلامی نام عبداللہ یا محمد جمالی تھا جو بابا خاکی کے نام سے اپنی زوجہ کے ساتھ مزار کی خدمت کرتا رہا۔ اس کی اولاد صدیوں تک مجاوری کرتی رہی ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہر بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب میں لوگ باوضو ہو کر یا حسینؑ کہتے ہوئے ماتم کرتے ہوئے اور گریہ کرنے کی ان آوازوں کو سنتے ہیں جو ان مزارات کے احاطہ میں زمین کے اندر سے آتی ہوئی سنی جاتی ہیں۔ اس احاطہ میں جو درخت ہیں ان کی پتیوں میں خدا نے بیماروں کے لئے شفا ہے۔ پہلے زمانہ میں اس مزار پر عورتیں پاکیزہ حالت میں باوضو ہو کر جاتی تھیں اور مرد صرف ڈیوڑھی تک جا کر دعائیں مانگتے تھے۔ عورتیں ان مزارات پر اپنے بالوں سے جاروب کشی کرتی تھیں اور منت مانتی تھیں جس کی مراد پوری ہوتی تھی وہ دوبارہ حاضر ہوتی اور اپنے ساتھ ایک جھاڑو پاک کر کے احاطہ میں جاروب کشی کرتی تھی۔ اب جب سے مرد اندر جانے لگے ہیں اس معجزہ نمائی میں کمی آ گئی ہے البتہ قبولیت دعا کا وہی عالم ہے اگر خلوص دل

سے مانگی جائے تو مراد ضرور پوری ہوتی ہے۔

سید العلما علماء علامہ سید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد مرحوم اپنی کتاب ''شہید انسانیت'' میں اس مزار کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ ''حضرت رقیہ بنت علی عمر بن علی کی حقیقی بہن تھیں آپ کی والدہ ام حبیب بنت ربیعہ تھیں۔ آپ کا عقد جناب مسلم بن عقیل سے ہوا تھا۔ مدینہ سے اپنے شوہر کے ساتھ حضرت امام حسینؑ کے ہمراہ چلیں۔ مکہ سے روانگی کے بعد راستے میں ان کو اپنے شوہر کی شہادت کی اطلاع ہوئی تھی کربلا پہنچ کر بروز عاشورہ اپنے صاحبزادہ عبداللہ بن مسلم کو امام پر نثار کر دیا تھا۔ پھر اسیر ہوئیں اور جناب زینب اور ام کلثوم کے ساتھ مصائب اور آلام کا مقابلہ کرتی رہیں اور رہائی کے بعد مدینہ واپس گئیں۔''

کہا جاتا ہے کہ ان کا مزار کوفہ میں ہے یا مدینہ میں ہے لیکن وثوق سے نہیں کہا جاتا۔ جہاں اور روایات ہیں وہاں ان کی ہجرت اور لاہور میں آمد کی روایت بھی ہے۔

حضرت سید حسین شرف الدین المعروف شاہ ولایت

امروہہ کی بنیاد تین ہزار سال ق م راجہ امر جودہ نے ڈالی۔ سید حسین شرف الدین بن سید علی بزرگ واسط میں پیدا ہوئے صاحب عمدۃ الطالبین نے مقام ولادت صیدا بتایا وہاں سے واسط آ گئے۔ سید علی بزرگ وہاں سے عراق اور پھر ہندوستان بھکر (ملتان) قیام کیا پھر امروہہ آئے۔ عظیم کرامات ظاہری اور باطنی علوم میں دسترس کلی رکھتے تھے۔ ایک نظر میں عرش سے فرش، مشرق سے مغرب کی ہر چیز آپ کے سامنے ہوتی۔ آپ کا وصال ۱۴۳۸ء ۹۹ سال کی عمر میں ہوا اور امروہہ میں دفن ہوئے۔ کچھ عرصہ امروہہ رہنے کے بعد اپنے گھر والوں کو چھوڑ کر پہاڑ کے دامن میں چلے گئے۔ جہاں آپ طویل عرصہ رہے اس لئے "پیر پہاڑی" کہا جاتا ہے۔ جب واپس امروہہ آئے اور درخت ساتھ آئے وہاں نصب کئے۔ آپ زیادہ تر استغراق میں رہتے اور کسی سے نہ ملتے تھے۔ کوہستان قیام میں ایسی کون سی کشش تھی جس نے سب سے بے پرواہ کر دیا تھا اور آپ نے خلوت نشینی پچاس سال

سے زیادہ اختیار فرمائی اور یہ کرامات کیسے حاصل ہوئیں کہ درخت ساتھ آئے۔ بچھو نہیں کاٹتا۔ حشرات الارض آپ کے تابع ایک نگاہ میں سب کچھ سب طرف کا دیکھ لیتے تھے۔

ان سوالات کہ یہ کرامات شاہ ولایت صاحب کو کیسے حاصل ہوئیں کا جواب بعد میں دیا جائے گا۔ ملتان میں قیام کے دوران آپ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت جلال الدین عظیم بخاری کے فیض سے مستفید ہوئے۔ آپ کی شادی حضرت جلال الدین بخاری جو نقوی سادات سے تھے کی صاحبزادی سے ہوئی۔ حضرت شاہ ولایت جلال الدین بخاری کے خسر سید بدرالدین سے ملنے بھکر تشریف لے گئے وہاں کچھ عرصے اُن کے پاس مقیم رہے۔ سید شرف الدین بزرگان سادات واسطی سے ہیں۔ کرامات عظیمہ کے مالک تھے۔ علوم ظاہری اور باطنی میں کوئی اُن کا ہم سر نہ تھا۔ آپ کا وصال ۲۱ رجب ۳۹ ےھ مطابق ۱۳۳۸ء ننانوے سال کی عمر میں امروہہ میں ہوا۔ آپ کی آرمگاہ وسیع احاطہ میں ہے جس میں کثرت سے آپ کی اولاد کی قبریں ہیں۔ آپ کی نسل میں میر عدل کے لقب سے مشہور ہیں ان کا نام سید محمد تھا امروہہ میں ولادت ہوئی نہایت متقی اور صالح بزرگ تھے۔ دربار اکبری سے قاضی القضاۃ کا منصب عطا ہوا۔ امارت اور حکومت کے مرتبے پر پہنچے۔ علاقہ بھکر اُن کی جاگیر میں

رہا اور وہیں وفات پائی۔

حضرت شاہ ولایت کے دوسرے فرزند سید حسین المعروف عبدالعزیز کی شادی فیروز شاہ تغلق کی صاحبزادی سے ہوئی۔ یہ خبر جب حضرت شاہ ولایت کو ملی تو چونکہ انہوں نے گوشہ نشینی وقناعت اور ترک دنیا اپنا شیوہ کر لیا تھا آپ نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ اس گردن شکستہ کو ہمارا فقر پسند نہ آیا۔ سید عبدالعزیز دہلی میں ایک دن گھوڑے پر سوار چلے جا رہے تھے کہ یکایک گھوڑے سے گر پڑے اور گردن ٹوٹ گئی اور جان بحق ہو گئے۔ بادشاہ کو صدمہ ہوا پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ان کی زوجہ حاملہ ہیں بادشاہ نے کہا جب فرزند تولد ہو جائے تو حضرت شاہ ولایت کی خدمت میں جائے اور قدم بوسی کرے۔ جب بیٹا ہوا تو قدم بوسی کے لئے اُن کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ نے بچے کے سر پر دست مبارک رکھ کر فرمایا تیری اولاد میں اس شہر کی ریاست قیامت تک باقی رہے گی۔

ایک اور روایت بیان کی جاتی ہے کہ سید عبدالعزیز کی وفات کے بعد آپ کی زوجہ حالت حمل میں قدم بوسی کے لئے حضرت شاہ ولایت کی خدمت میں حاضر ہوئیں جہاں آ کر اُن کا اسقاط حمل ہوا تو حضرت کے حکم کے مطابق اس حمل کو ایک ہانڈی میں رکھ کر چھینکے پر لٹکا دیا گیا۔ مدت پوری ہونے پر بچہ صحیح و سلامت پیدا ہوا۔ اسی وجہ سے سید عبدالعزیز کی اولاد کو ہانڈی والی کہا جاتا ہے۔

حضرت شاہ ولایت قدس سرہ ظاہری اور باطنی علوم میں کامل تھے اور شریعت محمد مصطفیٰ پر ثابت قدم تھے۔ آپ کے خلفاء بھی کامل تھے۔ اپنی زندگی ہی میں اپنے خلفاء کو ہدایت کی کہ آئندہ اجرائے سلسلہ سے باز رہیں کیونکہ لوح محفوظ میں ہمارا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ حضرت شاہ ولایت کے لڑکے اکبر محی الدین (۲) سید محمد ابدال عوذ دھاودھاری جو لاولد تھے اور (۳) سید راجے اور ایک دختر (مسماۃ بختوئی) جو دوشیزگی میں انتقال کر گئیں جو اس احاطہ میں دفن ہیں۔ اس درگاہ میں صدیوں پرانا ایک درخت ہے جس کی جڑ صاحبزادی کی قبر میں ہے اور اس کی شاخیں پیچ در پیچ ہیں اس کا پھل دنیا کے پھلوں سے نرالا ہے۔ چھوٹا ہے سفید رنگ ہے اور میٹھا ہے جس کو الائچی دانہ کہا جاتا ہے اور جو کسی دوسرے خطہ میں نہیں پایا جاتا۔ حضرت شاہ ولایت طاب سرہ کی درگاہ مرجع خاص و عام ہے۔ آپ کی زندگی میں جو کرامتیں ظاہر ہوئیں اُن کو تحریر کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔ لہذا صرف ایک کرامت کا ذکر کیا جاتا ہے کہ آپ کی درگاہ کے اندر بچھو کبھی نہیں کاٹتا اس کا تجربہ بارہا کیا گیا سر جیمس مسٹن جو گورنر یو پی تھے انہوں نے درگاہ میں آ کر اس کا تجربہ کیا۔ اگر درگاہ کے باہر سے کسی بچھو کو آپ کی قبر پر چھوڑ کر اٹھایا جائے تو وہ بھی نہیں ڈنک مارتا اور سکیڑ لیتا ہے۔ اس درگاہ سے کسی بچھو کو میعاد مان کر درگاہ سے باہر لے جایا جائے تو وہ بچھو بھی میعاد کے اندر نہیں کاٹتا

لیکن میعاد کے اندر یا تو اسے اسی درگاہ پر لا کر چھوڑ دیا جائے نہیں تو وہ ڈنک مارے گا یا مر جائے گا۔ یہ کوئی معمولی کرامت نہیں ہے جو آج بھی جاری ہے۔ بہت سے اولیاء نے اپنی کرامتیں دکھائی مگر یہ باتیں کسی کرامت کو حاصل نہیں ہوئیں۔

حضرت سید شرف الدین شاہ ولایت قدس سرہ کے پدر بزرگوار سید علی بزرگ کے اہل خاندان نے ایران کے تاریخی شہر واسط سے نقل وطن کر کے نواح ملتان کو شرف سکونت بخشا۔ آپ کے جد امجد سید ابوالفرج واسطی سید ہارون بن جعفر بن امام علی نقی علیہ السلام کے چھوٹے بیٹے سید حسین کے پوتے تھے۔ سید ہارون کے بڑے صاحبزادے سید حسن کے پرپوتے حضرت جلال اعظم سید جلال الدین بخاری سہروردی المعروف میر سرخ بھی اسی زمانہ میں بخارا سے تشریف لائے اور قدیم بکھر میں سکونت اختیار کی اور وہاں کے حاکم کی صاحبزادی سے آپ کی شادی ہوئی کچھ عرصہ اوچ شریف میں مستقل سکونت اختیار فرمائی اور وہیں آسودۂ خاک ہوئے۔ نسبی قرابت کی بنا پر حضرت میر سرخ کی ہمشیرہ کی شادی سید علی بزرگ سے ہوئی بعد میں حضرت میر سرخ بخاری کی صاحبزادی حضرت شاہ ولایت سے منسوب ہوئیں۔ ابتدائی عمر میں حضرت شاہ ولایت حضرت میر سرخ بخاری کی زیر تربیت آپ نے سہروردی اولیاء سے بھی کسب فیض کیا جو ملتان اور اس کے نواح میں مامور من

اللہ تھے خصوصاً حضرت زکریا ملتانی، مرشد کامل حضرت جلال اعظم سید جلال الدین بخاری سہروردی المعروف میر سرخ نے حضرت شاہ ولایت کو خرقہ خلافت عطا فرما کر ولایت امروہہ پر متمکن فرما دیا۔ اولاد حضرت جلال اعظم کے کچھ افراد ساگھڑ میں متوطن تھے جو شاہ ولایت کے امروہہ آنے کے بعد ترک وطن کر کے امروہہ آ گئے۔

سادات امروہہ کی عظمت و شوکت مادی ثروت پر نہیں بلکہ روحانی اور علمی برتری کی بنیاد پر قائم ہے۔ شاہ ولایت کی اولاد امجاد میں بڑے بڑے علماء و فضلاء گزرے ہیں جن میں مولانا سید محمد میر عدل قاضی القضاۃ دربار اکبری کا نام نامی بڑا نمایاں ہے۔ جنہوں نے اس برصغیر میں اسلامی نظام عدل کا نفاذ کیا۔ مغل عہد میں برصغیر کی سیاسی زندگی میں امروہہ کا خاص مقام تھا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریز فوج کو سب سے زیادہ سادات امروہہ سے مزاحمت ہوئی۔ ۱۰ مئی کو میرٹھ میں بغاوت کا آغاز ہوا۔ اسی روز درگاہ شاہ ولایت میں سادات امروہہ کے نمائندے اپنا لائحہ عمل طے کرنے کے لئے جمع ہوئے۔ اسی رات سید گلزار علی، سید اکبر علی جو مراد آباد میں مختاری کرتے تھے، قیدیوں کے ہمراہ جنہیں رہا کرا لیا گیا تھا۔ امروہہ پہنچے اور جنگ آزادی کا نعرہ لگا دیا۔ شہر پر حریت پسندوں کا قبضہ تھا۔ نواب رام پور نے انگریزوں کی مدد سے اُن کا زور توڑا۔ سید شبیر علی کو پھانسی دے دی

گئی اور سید گلزار علی روپوش ہو گئے۔ بہت سے مکان توپ کے ذریعہ منہدم کر دیئے گئے۔ سر سید احمد خان جن کا ننھیال امروہہ تھا کی کوشش سے سید برادری محفوظ رہی۔ تحریک آزادی میں امروہہ پیش پیش تھا۔ مسلم لیگ کی بنیاد اسی شہر کے سپوت نواب وقارالملک نے ڈالی۔ مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی جوہر کی ننھیال امروہہ میں تھی۔ مولانا محمد علی جوہر کے دست راست اردو کے ادیب طناز، صاحب طرز انشاء نگار میر محفوظ علی بدایونی سید عبدالعزیز کی اولاد میں سے تھے۔ تحریک خلافت کے حامی اور قومی کارکن سید ظفر حسن واسطی کے آباؤ اجداد امروہہ سے ہجرت کر کے افغان پور چلے گئے تھے۔

یہ پاک داستاں چونکہ آل ہاشم اور اہلبیت اطہار سے تھیں اس لئے ان سے کرامات کا ظاہر ہونا نسب کی بنا پر تھا۔ حضرت شاہ ولایت سے متذکرہ بالا کرامات کا اظہار بوجہ علوم ظاہری و باطنی جو آپ نے پچاس سال تک استغراق میں بسر کر کے حاصل فرمائے یہ استغراق اور تنہائی امام زمانہ علیہ السلام کے توسل و معرفت امام کا ذریعہ تھے اور یہ کرامات حضرت امام حجت علیہ السلام کا ہی عطا کردہ ہیں جو آج تک جاری ہیں۔

راقم الحروف نے سید جلال الدین بخاری سہروردی المعروف میر سرخ کا پہلے ذکر کیا ہے کہ آپ نے اوچ شریف میں سکونت

اختیار فرمائی تھی اس مناسبت سے ایک اور روحانی شخصیت میران سید محمد بخاری جن کا مزار حضرت موج دریا بخاری کے نام سے لاہور میں ہے کا تذکرہ کرتے ہیں آپ اوچھ شریف سے اکبر اعظم کے زمانہ میں لاہور تشریف لائے اور سکونت اختیار فرمائی۔ چتوڑ کا قلعہ آپ کی دعاؤں سے ہی فتح کیا گیا تھا۔ آپ نے اپنی زندگی میں اپنی قبر تعمیر کرائی تھی۔ اب راقم الحروف ایک واقعہ کا ذکر کرتا ہے۔ یہ مزار اب محکمۂ اوقاف کی تحویل میں ہے مولف اوقاف میں مشیر قانونی تھا اور اس کی رہائش بھی مزار کے قریب تھی۔ میں اور ایڈمنسٹریٹر اوقاف تحویل سے قبل اس مزار کے میدان میں شام کو بیڈمنٹن کھیلتے تھے۔ ایک رات جب میں سو رہا تھا میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں مزار پر حاضر ہوا ہوں اور سیڑھیوں سے نیچے کھڑا ہوں۔ میں نے حضرت موج دریا بخاری کی قبر کو اس طرح دیکھا کہ جیسے رحل کھلی ہوئی ہوتی ہے اور چبوترے پر تین اشخاص تشریف فرما ہیں۔ درمیان میں جو حضرت تشریف رکھتے تھے انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹے اوپر آؤ اور اپنی داہنی جانب والے شخص کے متعلق کہا کہ یہ میران سید محمد مجھے امروہہ سے لائے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے مزار پر یہاں کے لوگ برے اعمال کرتے ہیں تم اس کا تدارک کرو اور ان کی قبر یہ نہیں ہے بلکہ نیچے تہہ خانہ میں ہے۔ آؤ ہمارے ساتھ چلو میں دکھاتا ہوں۔

چنانچہ میں ان کے ساتھ سڑک پر آ کر ایک مکان کے اندر گیا جہاں ایک دروازہ تھا ہم تہہ خانے میں آ گئے اور وہاں قبر دیکھی پھر واپس آ ئے تو حضرت شاہ ولایت نے دوبارہ تاکید فرمائی کہ مزار کو پاک کیا جائے۔ میں خواب سے بیدار ہو گیا۔ اس زمانہ میں جناب مولانا سید محمد صاحب قبلہ مجتہد مرحوم و مغفور غریب خانہ میں قیام فرماتے تھے میں نے اُن سے اور اپنے والد صاحب قبلہ مرحوم سے اس خواب کا ذکر کیا دونوں نے فرمایا کہ انہیں مزار پر لے جاؤ چنانچہ میں انہیں لے کر راستے سے شیرینی لیتا ہوا مزار پر آیا ہم نے فاتحہ پڑھی نذر دی اور پھر تینوں سڑک پر آ کر اس مکان کے اندر جا کر پشت مزار پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک پتھر کی چوکھٹ نصب ہے اور دروازہ کی جگہ اینٹیں لگی ہوئی ہیں۔ پھر ہم تینوں حسب الحکم جناب کے بی بیاں صاحبان گئے وہاں قبروں پر فاتحہ خوانی کی نذر دی اور ہم واپس آ گئے۔ میں نے خواب میں حضرت شاہ ولایت اور موج دریا بخاری دونوں کی زیارت سے مشرف ہوا۔ حضرت شاہ ولایت صاحب کا چہرہ مبارک نورانی اور پر عظمت تھا۔ ریش مبارک سفید تھی۔ لباس سفید تھا۔ حضرت موج دریا بخاری صاحب بھی انتہائی برگزیدہ لیکن عمر میں حضرت شاہ ولایت قدس سرہٗ سے کم نظر آتے تھے۔ تیسرے صاحب کے متعلق جو بائیں جانب تشریف فرما تھے مجھے کچھ نہیں بتایا گیا تھا۔

میں نے حسب الحکم اپنے جد بزرگوار کے ایڈمنسٹریٹر صاحب اوقاف سے مزار مقدس کو محکمہ کی تحویل میں لینے کی سفارش کی اور وہ پوری ہوئی۔ اب میں حیات الشعراء جناب حیات امروہوی مرحوم کا وہ نغمہ جو درگاہ حضرت شاہ ولایت سے تعلق رکھتا ہے ضبط تحریر میں لاتا ہوں۔

"بھکاری کا نغمہ" بہ درگاہ حضرت شاہ ولایت قدس سرہٗ

سن لے اے دو جگ کے داتا منگتا مانگے جائے
لے کے حیات آیا ہے کاسہ کچھ قسمت کا پائے
منگتا مانگے جائے رہے بابا منگتا مانگے جائے
منگتا مانگے جائے رے بابا منگتا مانگے جائے

ہری رہے یہ کھیتی ہمیشہ پھولے پھلے گلزار
آیا ہوں میں دیکھ کے در پر اونچا سا دربار
نور خدا سے جگمگ جگمگ ہے بابا بھیک ملے تو جائے
منگتا مانگے جائے رے بابا منگتا مانگے جائے

جوگ گنوا کر سننے پڑے ہیں اک دنیا کے بول
پھرتا ہے آزاد بھکاری سارے بندھن کھول
بھر دو دُر مقصد سے بھر دو آشا کا کشکول
کب سے کھڑا ہے در پہ تمہارے دامن کو پھیلائے
منگتا مانگے جائے رے بابا مانگتا مانگے جائے

دیسوں دیسوں خلقت دیکھی کوئی نہ پوچھے بات
عشق ووفا کے جوگی بن کر پھرتے ہیں دن رات
لطف و کرم کا صدقہ بخشے دو رحمت کی خیرات
آ کے تمہارے در پہ سوالی جو مانگے سو پائے
منگتا مانگے جائے رے بابا منگتا مانگے جائے

ہاتھوں کا چمٹا آنکھوں کا چمبل کنٹھ گلے کا راگ
شرم کا کمبل من کا تھلہ وحشت کا بیراگ
اشکوں کی مالا آہ کی دھونی سوز نہاں کی آگ
ہر اک کی درگاہ کی تن پر سادھو بن کر آئے
منگتا مانگے جائے رے بابا منگتا مانگے جائے

حق نے رکھا ہے سر پہ تمہارے جود و سخا کا تاج
حرص و ہوا کی جھولی لے کر آیا ہے محتاج
صدق وصفا کے ٹکڑے دے دو صبر و رضا کا اناج
حسن کی چکی عشق کا آٹا آگے تجلی کی رائے
منگتا مانگے جائے رے بابا منگتا مانگے جائے

(حیات مرحوم امروہوی)

ہماری مطبوعات

- "اسلام اور امیر اسلام" اس کتاب میں "اسلام" اور "امیر اسلام" کی وضاحت قرآن اور احادیث کی روشنی میں کی گئی ہے۔ اللہ کی اطاعت رسول اللہ ﷺ و اولی الامر کی اطاعت اولی الامر کی وضاحت قرآن کریم کی روشنی میں کی گئی ہے۔
- مقتل حسین علیہ السلام مصنفہ فخر الاماجد والاماثل سید ثقلین نقوی الامروہی یہ کتاب چودہ مجالس پر مبنی ہے جس میں فضائل و مصائب عالمانہ اور اچھوتے انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب دوسری بار شائع کی گئی ہے۔
- آداب علم و معاشرت میں ان آداب کا تذکرہ کیا گیا ہے جو رسالت مآب ﷺ اور آئمہ علیہم السلام کے بیان کردہ ہیں۔ معلم اور طالب علم کے حقوق و فرائض اور علم حاصل کرنے کے طریقے، تدریس کے اصول بیان کئے گئے ہیں نیز معاشرت احادیث نبوی اور اقوال آئمہ طاہرین کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔
- حج اور اس کا عبادی و سیاسی پہلو اور مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے کے سلسلہ میں مغرب کے منحرف شدہ اسلام کے کردار پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔
- "ظہور امام مہدی علیہ السلام قریب تر ہے" یہ کتاب سات حصوں پر مشتمل ہے جس میں امام آخر الزمان علیہ السلام کے ظہور کا تذکرہ ان واقعات کا ذکر جو ظہور سے قبل رونما ہوں گے۔ غیر مذاہب کے لوگوں کی اور مستقبل شناسوں اور نجومیوں کی پیش گوئیاں، مسلمانوں کی حالت زار، یہودیوں اور عیسائیوں کا کردار، ظہور کی علامتیں، ناسٹرڈیمس کی پیشگوئیاں، آخری جنگ عظیم کا تذکرہ اور حضرت امام مہدی علیہ السلام کی غیبت طول عمر انبیاء علیہم السلام کی غیبتیں تیسری عالمی جنگ، خلائی مخلوق کا انسانوں سے رابطہ اور پیشگوئیوں پر مشتمل ہے۔ مزید پیشگوئیاں، دین و سیاست کیا جدا ہیں وغیرہ پر مشتمل ہے۔ مزید تابناک زندگی کے متعلق دانشوران عالم کے نظریات، اسلامی اقتصادیات حضرت امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں خیالات، ضرورت اور معرفت امام پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ حکومت الہیہ کے آخری تاجدار کا ظہور۔

شیعہ ملٹی میڈیا ڈاٹ کام
مرکزی ویب سائٹ آف عزاداری، پاکستان

شیعہ ملٹی میڈیا

شیعہ کُتب ڈاونلوڈ کرنے کے لیے
www.ShiaMultimedia.com